فون نمبر: 5863260 5862956 — مدیر: چوہدری ریاض احمد — نائب مدیر: حامد رحمٰن — رجسٹرڈ ایل نمبر:8532 — قیمت فی پرچہ-/10 روپے
Email: centralanjuman@yahoo.com

جلد نمبر 99 | 6 صفر تا 6 ربیع الاوّل 1433 ہجری یکم جنوری تا 31 جنوری 2012ء | شمارہ نمبر 2-1

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اب شفیع صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

نوع انسان کے لئے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہ متاع پائے جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائے جس کو موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدیؐ سلسلہ موسویؑ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔

(کشتی نوح ص13)

مسیحِ وقت کا جس دم زمانہ یاد آتا ہے

(حضرت مولٰینا مرتضٰی خاں حسن)

مسیح وقت کا جس دم زمانہ یاد آتا ہے
بہت مشکل سے قابو میں دل ناشاد آتا ہے

کہاں ہے اے مسیحا! تو ہمیں ماں باپ سے پیارے
کہاں ہیں اے مسیحا! وہ تری شفقت کے نظارے

محبت سے ہمیں تیرا بلانا یاد آتا ہے
نگاہیں نیچی اور وہ مسکرانا یاد آتا ہے

ہمیں پہلو میں اے حضرت! بٹھانا یاد آتا ہے
خدا کے نُور کا جلوہ دکھانا یاد آتا ہے

خدا کے عِشق کی باتیں سنانا یاد آتا ہے
بوقتِ گفتگو موتی لٹانا یاد آتا ہے

مسیحا! وہ تری پیاری ادائیں یاد آتی ہیں
لب شیریں کی وہ پیاری صدائیں یاد آتی ہیں

وہ آنا حضرت والا کا مسجد میں دریچہ سے
تعالی اللہ! رُخِ تاباں دکھانا وہ دریچہ سے

اذاں سُن کر وہ لانا آپ کا تشریف جلدی سے
نِکل آیا ہے گویا چودھویں کا چاند بدلی سے

دلوں میں لہر اُٹھتی تھی خوشی کی اور راحت کی
نہ تھی کچھ انتہا اس دم محبت کی مسرّت کی

یہی دل چاہتا تھا آپ پر قربان ہو جائیں
نثار مہدی والا گہر ذی شان ہو جائیں

جب آتے آپ جامع نُور سے معمور ہو جاتی
خدائے پاک کے افضال سے بھرپُور ہو جاتی

ہیں یاد آتے ہم کو مولوی عبد الکریم اے دل
تلاوت کا سبھی پر ان کا وہ لطفِ عمیم اے دِل

تلاوت کیا تھی گویا سحر تھا اعجاز تھا ہمدم
خدا کے عشق کا پوشیدہ اس میں راز تھا ہمدم

نمازیں ختم ہو جاتیں تو پھر دربار لگتا تھا
خوشی کی مے پھر ہر جام دل گویا چھلکتا تھا

عجب شان و شکوہ سے مہدی ذیشان بیٹھے ہیں
جلَو میں حضرت والا کہ نکتہ دان بیٹھے ہیں

یہی معلوم ہوتا باغ کو گھیرا بہاروں نے
مہِ انور کو جیسے گھیر رکھا ہو ستاروں نے

جو باتیں دین کی اے دوستو! حضرت سناتے تھے
تو دریا اک حقائق اور معارف کا بہاتے تھے

کلامِ پاک حضرت میں کچھ ایسا درد تھا ہمدم
کہ سننے والے سنتے اور روتے جاتے تھے پیہم

ہمیں شوقِ نماز اے دوستو! اتنا زیادہ تھا
کہ جامع اوڑھنا تھا اور جامع ہی بچھونا تھا

جو آدھی رات کو بھی جامع میں ہم چلے جاتے
سبھی کو سجدہ پیہم میں مصروفِ دُعا پاتے

غرض رہ رہ کے حضرت کا زمانہ یاد آتا ہے
ہمیں گذرا ہوا پیارو فسانہ یاد آتا ہے

افتتاحی خطاب

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ دعائیہ، مورخہ 24 دسمبر 2011ء، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

الحمد اللہ رب العالمین اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں دوبارہ ایک سال بعد دارالسلام میں پھر اکٹھے مل بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام کو ان دعائیہ کے دنوں میں حفاظت سے رکھے اور جتنے بھی لوگ دُور دراز سے اور قریب کے شہروں سے سفر اختیار کر کے ایک خاص مقصد کے لئے حاضر ہوئے ہیں وہ نہ صرف انہیں اپنا مقصد ادا کرنے میں مدد فرمائے بلکہ پیچھے جو اپنے باقی خاندانوں کے افراد، اپنے گاؤں، اپنی ملکیت، اپنے گھر اور اپنے رشتے دار چھوڑ کر آئے ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور جو لوگ یہاں آئے ہیں ان سب کو بھی ہمیشہ کے لئے اپنی حفاظت میں رکھے۔

میں تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اپنی طرف سے ہم جو دارالسلام میں رہتے ہیں اور جو اس انتظام میں لگے ہوئے ہیں ہم پوری کوشش کریں گے کہ ان کو سہولت مہیا ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جب اتنے وسیع پیمانہ پر انتظامات کئے جائیں تو کچھ نہ کچھ کوتاہی رہ جاتی ہے اس کے لئے میں آپ سب سے معافی چاہتا ہوں اور آپ کی جو آراہوں گی ان کی روشنی میں انشاء اللہ آگے بہتری آئے گی۔

مجدّد زماں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس جماعت کی بنیاد ایک بہت بڑے اصول پر رکھی ہے کہ جہاں پر بھی آپ ایسے مقام پر آ کھڑے ہوں جہاں پر آپ نے دین اور دنیا کے درمیان فیصلہ کرنا ہو تو وہ بنیاد یہ ہے کہ آپ نے دین کو دنیا پر ترجیح دینی ہے، **دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے**۔ ہر سال کا یہ دعائیہ جس کی بنیاد خود امام وقت نے رکھی۔ جہاں پر ہمیں اللہ تعالیٰ ہر سال ایک موقع عطا فرماتا ہے کہ ہم آ کر اس روحانیت کے رشتے بڑھائیں اور اپنی اپنی زندگیوں میں نیک تبدیلیاں لائیں۔ وہاں پر ہر سال ہماری بیعت اور عہد کا اللہ تعالیٰ امتحان بھی لیتا ہے۔ ہم جو یہ کہنے والے ہیں کہ **"ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے"**، تو ہر سال اس چیز کا امتحان ہوتا ہے کہ واقعی یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ **ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے**، یہ اپنی زندگیوں میں یہ چار پانچ دن دین کی خاطر علیحدہ کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ یہ اس دین کی خاطر مل بیٹھنے کو ترجیح دیں گے یا اپنے کاروبار، دنیاوی فوائد، دنیاوی مشاغل، اپنی پڑھائیوں، آگے بڑھنے کی تدبیروں کو ترجیح دیں گے۔ جو اس نیت میں کامیاب ہو جاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ایک بہت بڑا پھل عطا فرما دیتا ہے جس میں اس کا ایمان، اس کے ارادے پختہ اور اس کا علم دین بڑھ جاتا ہے اور اس کو خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ اس کو اپنے جماعت کے ممبران، اپنے بہن بھائیوں، اپنے بزرگوں کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع عطا ہوتا ہے۔ اور ایسے ایسے بزرگ آتے ہیں جن کے تجربات، جن کی زندگیاں، جن کے نمونے ہمارے لیے حوصلہ افزا ہوتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ مل بیٹھنے سے ایک Magnetic force آ جاتی ہے اور ہم اپنے اندر بہت سی تبدیلیاں محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔

اگر میں اپنے ارد گرد دیکھوں تو میرے دائیں طرف محترم جناب ملک سعید

احمد صاحب تشریف رکھے ہوئے ہیں ۔ یہ کونسا جذبہ ہے جو ایک 104 سال کی قریب کی عمر کے انسان کے جلسے کے دوران یہاں بیٹھنے پر مجبور کر دیتا ہے ۔ یہ کونسا جذبہ ہے کہ پرسوں سننے میں آ رہا تھا کہ سردار علی صاحب بہت بیمار ہیں، نہیں آ سکتے اور وہ میری سامنے والی کرسی پر تشریف رکھے ہوئے ہیں ۔ کیا ہم ان لوگوں سے زیادہ کمزور ہیں؟ کیا ہماری صحتیں ان سے زیادہ خطرے میں پڑی ہوئی ہیں؟ جب آپ نیک ماحول میں بیٹھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی روحانیت کو بڑھاتا ہے ۔ ان چند دنوں میں آپ خطبات، قرآن کے درس، تقاریر جن میں بڑی محنت درکار ہے اور علم کا نچوڑ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔ ایک جماعتی رنگ جس سے ہماری احمدیہ جماعت آج کل بہت مایوس ہے جو اکٹھے مل نہیں پاتے، ان کی نمازوں کی بندشیں، ان کی عبادات کی بندشیں، ان کے روزوں، ان کے حج وہ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دیتا ہے کہ ہم محسوس کریں کہ ہم ایسے مٹے ہوئے بھی نہیں ۔ ہمارے اور ساتھی بھی ہیں نہ صرف یہاں پر بلکہ بیرون ممالک میں ۔ اور میں شکریہ ادا کرتا ہوں تمام بیرون ممالک سے آنے والے مہمانوں کا کہ انہوں نے یہاں آ کر ہماری حوصلہ افزائی کی اور میں منتظر ہوں ان خبروں کا جو ہمارے ساتھ وہ اپنے اشاعت قرآن، اپنی تبلیغ اور اپنی دین کی خاطر جو جستجو ہے وہ ہمارے سامنے آج اور اگلے دنوں میں بیان کریں گے ۔

یہ ایسا موقع اللہ تعالیٰ آپ کو ہر سال دیتا ہے جس میں تمام گلے شکوے دور کر دینے کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اسی طرف میں آپ سب کو دعوت دیتا ہوں، رنجشیں مٹ سکتی ہیں اور آپ اس موقع پر ان تمام ہستیوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو جاتی ہیں پچھلے سال کے اندر ان کے لئے مل کر دعائیں بھی کر لیتے ہیں ۔ اگر ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں ''دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے'' تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم ان دنوں سے مکمل فائدہ بھی اٹھائیں ۔ ہم تمام نمازوں میں شمولیت کو ممکن بنائیں اور جیسے کہ ابھی صاحبزادہ صاحب نے صالح نور صاحب کی نظم میں پڑھا کہ:

''اٹھ کر شب بیداریاں بھی کریں'' ۔

ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ تہجد اور فجر کی نمازیں کسی اور کے لئے ہیں ۔ ہم پر یہ حکم لاگو نہیں آتا ۔ تو یہ عادت بھی ڈالنی چاہیے ۔ جتنی باتیں میں نے اب تک کیں وہ ماضی بن گئیں ۔ جب میں کر رہا تھا وہ حال تھیں اور جو کروں گا وہ مستقبل میں ہوں گی ۔ جیسے جیسے نصیحت کانوں میں پڑے اس وقت ہم سب کو ارادہ کر لینا چاہیے کہ ہم جو نیکی کی بات سنیں اس کو حال میں اپنانے کا ارادہ کر لیں کیونکہ Past پر ہمارا کوئی کنٹرول نہیں اور نہ ہی مستقبل پر ہمارا کوئی کنٹرول ہے ۔ اگر ہمارے پاس کوئی کنٹرول ہے تو وہ اب پر ہے اور ہم کوئی نیک بات سنیں تو اس کو اپنا لیں اور یہی صحابہؓ کا اصول تھا کہ جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے جس میں خدا تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہوتا تھا تو وہ اگلی آیت نہ پڑھتے تھے جب تک وہ اس حکم کو اپنا نہ لیں ۔ تو یہی وجہ ہے کہ جس کو ہم جاہل اور جنگجو قوم کہتے ہیں وہ راتوں میں بدلنے والی، اولیاء اللہ اور ہمارے لئے ایسی ہستیاں بنیں جن کے ساتھ ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور اس کی خوشخبری قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دے دی ۔ ہمارے دعائیہ اہم اس لئے ہیں کہ اب جو اس وقت ہمارے اوپر بندشیں، قیدیں ہیں ان کو ہم دنیا کے پیچھے چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور ہماری دعاؤں میں اللہ تعالیٰ نے اثر ڈالا ہوا ہے ۔ صبح مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ میں باہر کسی کام سے جا رہا تھا تو عثمان الٰہی ملک اندر آ رہے تھے ۔ عثمان الٰہی ملک کی کوئی امید نہیں تھی کہ وہ واپس آئے گا اگر کسی کو امید تھی تو وہ اس جماعت کو امید تھی کیونکہ اس کو بھروسہ تھا کہ ان کی دعائیں خدا نے نہ کبھی رد کی ہیں اور نہ کرے گا ۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک دن بھی ایسا کوئی خیال نہیں آیا کہ عثمان الٰہی ملک واپس نہیں آئے گا اور ان کے گھر میں اب بھی وہ تین چار نظمیں موجود ہیں جن میں نہ میں نے اپنی امید ان کو بیان کی بلکہ اپنا یقین نظم کے طور پر ان کو بھجیں ۔ اور وہ نظمیں دل کا عکس تھیں اور مجھے کیوں یقین تھا کہ میرے ساتھ بہت سارے لوگ آمین کہنے والے تھے ۔ اور یہ روحانیت کا جو ماحول پچھلے سال تھا ۔ اللہ اس سال اس سے بہتر کرے ۔ جس میں کوئی ایسا نہیں تھا جو رو رو کر دعا نہیں مانگ رہا تھا کہ یہ بچہ ہمیں واپس مل جائے ۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ وہ بچہ ہم میں اب موجود ہے ۔

اور یہی ایک جگہ ہے جہاں سے آپ دین کو سیکھ سکتے ہو ۔ حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آپ کالج، یونیورسٹیوں سے ڈگریاں تو لے سکتے ہو لیکن روحانیت سیکھنے کے لئے دین کے ساتھ وابستگی اختیار کرنا ضروری ہے ۔

ہم اگر 1881ء کا جائزہ لیں تو اس میں تین اہم واقعات ہوئے۔ ایک کتاب ''ازالہ اوہام'' میں مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوسرا اسی سال اسلام کی تبلیغ خاص کر دوسرے ملکوں میں خاص کر امریکہ اور یورپ میں کرنے کی خواہش کا آپ نے اظہار کیا۔ کیونکہ ان پر یہ انکشاف ہوا کہ دجال کا بسیرا جو ہے وہ یورپ اور امریکہ میں ہے اس لئے یہ ضروری تھا کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کی جائے اور تیسری جو اہم بات ہوئی کہ 27 دسمبر 1881ء میں انہوں نے چند جماعت کے ممبران کو بلا کر باہمی مشورہ کیا کہ ایسا جلسہ کیا جائے اور اکثریت کے فیصلے سے جلسے کو منعقد کیا۔ آپ کو یہ بات سن کر تعجب ہوگا کہ اس وقت کے علماء نے ایسے جلسوں کو بدعت قرار دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ فتویٰ دیا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر کرے گا وہ مردود ہوگا۔ اب وہی فتویٰ لگانے والے کیا کیا نہیں کر رہے۔ کیا کیا جلوس نہیں نکال رہے۔ ہمارے جلسے کی بنیاد روحانیت تھی، ہے اور روحانیت رہے گی۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک حکم دیا۔ جس پر ہمارا عمل کرنا فرض بنتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''حتی الوسعت طاقت تاریخ مقررہ میں حاضر ہونے کے لئے، اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بہ دل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں''۔

میں دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں ہر جماعت میں میں کہتا ہوں کہ جلسے پر آجاؤ اور ہر دفعہ وعدہ ہوتا ہے کہ اس دفعہ ضرور آئیں گے اور جب وہ سال گذر جاتا ہے کہ کہتے ہیں اگلی دفعہ ضرور آئیں گے۔ کس کے پاس گارنٹی ہے کہ وہ اگلا سال اسے نصیب ہوگا؟۔

حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بجز ایسی صورت کہ ایسے مواقع پیش آجائیں جن میں سفر کرنا اختیار سے باہر ہو تو ہم اس جلسے کو بہت Lightly لے بیٹھے ہیں۔ سب چیزوں کو ہم نے پیچھے کر دیا ہے کسی نے کاروبار کو آگے کیا ہے۔ کسی نے نوکری کو آگے کیا ہے۔ کسی نے پڑھائی کو آگے کیا ہے لیکن مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی اور یہی حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ 200 میل کے فاصلہ کے جتنے لوگ ہیں ان کے لئے جلسہ میں شمولیت لازمی ہے یہ مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کا حکم ہے۔ لیکن ایک چیز جو بہت اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ ایک موقع پر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ فرمایا: ''کہ جو لوگ کسی وجہ سے نہیں آسکتے وہ جلسے کی اپیلوں اور چندوں میں جو خرچ آتا ہے بھیجا کریں۔

جلسہ سے پہلے میں نے کافی ممبران اور عہدہ داران سے فون پر بات کی اور حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کی طرف توجہ دلوائی۔

جو میری رپورٹ آتی ہے اس سال جنرل سیکرٹری صاحب کے ذمے لگا دی گئی ہے کہ وہ آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ میں اس کو تھوڑا بہت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو بیرون ملک دورے ہوئے جن میں میں سمجھتا ہوں اور باقی لوگوں بھی کہ ان دورہ جات کا بہت فائدہ ہوا۔ جن میں جرمنی، ہالینڈ، یوکے اور پیس فیڈریشن۔ جرمنی میں خطبات اور جمعے پڑھے اور وہاں کے آرکیٹیکٹ اور مونومنٹ ڈیپارٹمنٹ سے ملاقات ہوئی۔ اور یہی وجہ سے ویزہ ملتے ہی عامر عزیز اور اس کی فیملی کو وہاں جانا ہے تا کہ وہ یورپ میں جا کر صحیح طرح سے اس کو سنبھالیں۔ ہالینڈ کی جماعتیں تمام کی تمام ہر شہر میں ساتھ ساتھ رہیں اور ساتھ ساتھ آتی رہیں اس کو بھی ہم اچھی بات سمجھتے ہیں اور یونائیٹڈ کنگڈم میں اس سال ہر خطبہ جو میرا تھا پوری کوشش سے وہ سینٹر میں ہوا اور یونیورسل پیس فیڈریشن جن کی دعوت میں اب تک ساؤتھ کوریا، سپین، سوئٹزرلینڈ اور سویڈن جا چکا ہے۔ اس دفعہ ان کے وائس پریذیڈنٹ کو جمعے پر دعوت دی۔ اور ہمارے ساتھ تین نمازیں پڑھیں۔ کرسچن ہیں لیکن میں حیران تھا کہ وہ بھی وہی نماز پڑھ رہا تھا جس طرح ساتھ والا کر رہا تھا۔

اسی طرح پارلیمنٹ میں لارڈ زایوز بری کے ساتھ ملاقات ہوئی اور جو ہیومن احمدیہ رائٹس کے اہم رکن ہیں ان کی دعوت پر جو ہمارے عقائد ہیں وہ میں نے بیان کیے کیونکہ ابھی تک ہماری ربوہ جماعت کے لوگ ان سے ملاقاتوں میں بہت بڑھ چکے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ جو بھی ظلم ہو وہ وہاں جا کر ان کو بتاتے ہیں۔ انٹرویوز کرنے والوں نے کہا آپ ایک ہی ہیں سیاسی معاملہ ہے۔ یہ سیاسی معاملہ نہیں ہے۔ اور اس سال عامر عزیز صاحب نے اسی بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم کیوں علیحدہ ہیں اس کے اوپر آپ سب کو

بھی علم ہونا چاہیے۔ہم کسی سیاسی مقاصد کے لئے نہیں علیحدہ ہوئے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اولیاء اللہ تھے ان کو کوئی ذاتی خواہش نہیں تھی کہ میں بڑا آدمی بن جاؤں اور کوئی نہ بنے انہوں نے جب یہ خطرہ دیکھا کہ تکفیر مسلمین ہورہی ہے جو بہت بڑا فتنہ بنے گی۔آگے جا کر جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ وہ بن گئی۔لیکن جو رسوائی مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کے مشن کو اس بات سے ہوئی اس سے آپ سب واقف ہیں۔وہ جو اسلام پیش کرنے والی جماعت تھی وہ کافر بن کر اپنے ہی ملکوں میں اپنے گھروں میں بیٹھ گئی اس میں بندیشیں ہیں۔اور وجہ یہی تھی کہ آپ **لا الہ اللہ محمد رسول اللہ** کہنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں تو اس سے بڑی اور زیادتی نہیں۔اور کوئی بڑی وجہ تھی تو وہ ختم نبوت کا معاملہ تھا۔وہ آج تک ہر قادیانی احمدی مانتا ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں آخری نبی تھے۔اب سے دل میں مانتے ہیں۔ کوئی خلیفہ کھل کر کہہ دے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو آج سے نبی نہیں مانتا تو پھر ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ہمیں کہتے ہیں ہم نے بیعت نہیں کی تو ہم غیر مبعین ہم ہو گئے ہیں۔ہمارے سب بانیوں نے مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر رکھی تھی۔مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے تھے اور تمام ہمارے بزرگ بھی الگ نہیں ہوئے تھے وہ میاں محمود صاحب تھے۔تو پھر ہم کہیں کہ ہم نے تو بیعت کی انہوں نے تو بیعت نہیں کی تھی۔تو پھر کون بیعت سے باہر اور کون بیعت کے اندر۔

ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر حال میں آخری نبی مانتے ہیں۔آپؐ نے خود کہہ دیا''**انا خاتم النبیین**''۔قرآن کریم نے کہہ دیا کہ دین مکمل ہو گیا اور رسول کریم صلعم نے کہہ دیا کہ میں آخری اینٹ ہوں۔جو لگنی تھی وہ لگ چکی۔انہوں نے کہہ دیا کہ کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔حضرت مولانا نورالدین خلیفہ اول جو مامور من اللہ کے خلیفہ تھے اس لئے ہم ان کو خلیفہ کہتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ میں ان کو نبی نہیں مانتا۔اور خود جس کو نبی مانا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نبی نہیں ہوں بلکہ میں تو نبی کے دعویٰ والے کو کاذب اور کافر مانتا ہوں تو پھر یہ نبوت نہ ختم ہونے کی ضد کب تک جاری رکھی جائے گی اور کب تک بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ناانصافی جاری رہے گی؟۔

آخر میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اپنے اردگرد دیکھیں تو وہ لوگ جو بڑے جوش سے آیا کرتے تھے وہ اس سال ہم میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔اوران کے لواحقین کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔ اُن کے لئے دعا کے ساتھ یہ دعا بھی شامل کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ نے آپ تمام کے لئے کی ہے۔ان سے بہتر الفاظ نہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ میرے پاس کبھی ہوں گے۔مسیح موعود خود آپ لوگوں کے لئے جو یہاں موجود ہیں دعا کرتے ہیں کہ:

''بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للہ جلسہ کے لئے سفر اختیار کرے خدا ان کے ساتھ ہو،ان کو اجر عظیم بخشے اوران پر رحم کرے،ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے، ان کے ہم و غم دور فرمائے،اوران کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے،ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر ان کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو،اے خدا،اے ذوالمجد والعطا،اے رحیم یہ تمام دعائیں قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ ہماری تمام دعائیں قبول فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

قرآن کریم میں غور وفکر ہی ترقی کا راستہ ہے

درس قرآن کریم، عامر عزیز الازھری

برموقع سالانہ دعائیہ مورخہ 24 دسمبر 2011ء بمقام جامع دارالسلام، لاہور

اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ترجمہ: ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشان ہیں جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں کے بل یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے رہتے ہیں، ہمارے رب تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اسے تو نے رسوا کیا اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ ہمارے رب ہم نے پکارنے والے کو سنا ہے جو ایمان کے لئے بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے، ہمارے رب سو تو ہماری کمزوریوں کی حفاظت فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کرے اور ہم کو راست بازوں کے ساتھ وفات دے۔ ہمارے رب اور ہمیں وہ عطا فرما جس کا وعدہ ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعے سے دیا ہے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا بے شک تو وعدہ کا خلاف نہیں کرتا''۔ (سورۃ آل عمران، آیت 190-194)

ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو خصوصاً تمام انسانوں کو عموماً ایک خاص پیغام دیا۔ یعنی انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تخلیقی پلان کو بیان کیا ہے۔ یہاں پر انسان کی پیدائش اور تمام جہان کی پیدائش اور غور وفکر کی دعوت دی ہے۔ یہ نہیں کہا کہ انسان کو پیدا کر دیا اب اس کے بعد اس کا کوئی کام نہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشان ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو عقل سے کام لیتے ہیں، جو سمجھ سے کام لیتے ہیں، جو اپنی صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو غور وفکر کرنے کی صلاحیت دی ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے وہ زمین اور آسمان کی پیدائش پر بھی غور کرتے ہیں۔ وہ اس کی غرض وغایت پر بھی غور کرتے ہیں اور پھر دن اور رات کے بدلنے پر بھی غور کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ تمام انبیاء جو پیغام دیتے رہے وہ دو طرح کا پیغام تھا، ایک تو یہ کہ انسان کو یہ دعوت فکر دی کہ موت سے پہلے اس کا کیا کام ہے۔ ہر انسان کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے چند ذمہ داریاں لگائی ہیں اور ان ذمہ داریوں کو وہ اس وقت تک نبھا سکتا ہے جب تک کہ اس پر اجل نہیں آ جاتی۔ اور اس کے ساتھ ہی موت کے بعد کا وقت ہے۔ اس کے بارے میں بھی بتایا کہ اس میں انسان کا کیا کام ہوگا۔ دونوں چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔ یہاں پر فرمایا: اس میں عقل والوں کے لئے نشان ہیں''۔ زمین اور آسمان کی پیدائش میں بھی اور اسی طرح دن اور رات کے اختلاف میں بھی نشان ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان کیے ہیں۔ انسان کی بنیادی طور پر دو ضرورتیں ہیں اور ان دونوں ضرورتوں کے لئے انسان ہمیشہ کے لئے کوشش کرتا رہا ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، جب سے یہ زندگی وجود میں آئی ان دو چیزوں کے لئے تمام انسان کوشش کرتے رہے۔ اور وہ دو ضرورتیں ہیں ایک تو ''مادی دنیا'' اس دنیا کی ضروریات، اس دنیا کے معاملات، جس سوسائٹی میں انسان پیدا ہوا اس کی ضروریات ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے ذریعے جو پیغام دیا وہ اس مادی دنیا کو بھی پورا کرنے والا ہے اور روحانی ضروریات کو بھی۔ ایک تو یہ زندگی ہے یہ جسم ہے جو ہمارے سامنے ہے اور اس دنیا سے جانے والا ہے اور دوسرا روحانی زندگی ہے جس کے لئے انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رہنمائی کا محتاج رہا ہے۔ اب اگر آپ پہلی ضرورت کو دیکھیں تو اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ یہ تم پوری کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جتنا غور کرو گے، جتنی فکر کرو گے اپنی مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تو

ان کو حاصل کرتے جاؤ گے۔ انسان کی ساری چیزیں تحقیق یا غور وفکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے سوچ عطا کی کہ وہ خود اپنی خوراک کی ضرورت کو پورا کرے تو اس نے زراعت کے ذریعہ پوری کی پوری سائنس Develop کر لی۔ اگر انسان کو کپڑا کی ضرورت پڑی تو پھر اس کے غور وفکر سے ٹیکسٹائل انڈسٹری آپ کے سامنے آگئی۔ اسی طرح انسان کو مکان کی ضرورت پڑی تو اس نے کنسٹرکشن انڈسٹری بنا لی۔ یعنی انسان نے اس غور وفکر کی وجہ سے اپنے اردگرد کے ماحول میں رہتے ہوئے یہ ساری چیزیں ایجاد کر لیں۔ اگر اس کو روشنی کی ضرورت پڑی تو اس نے غور وفکر کر کے بجلی بنالی اور اسی طرح تمام چیزیں گاڑیاں، ٹیلی فون اور موبائیل بنا لیا۔ سائنسدان جو ان چیزوں کو ایجاد کرتے ہیں وہ کیسے کرتے ہیں اس بارے میں بھی قرآن مجید میں آتا ہے کہ ''اے میرے رب تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا'' یعنی وہ لوگ دنیا کی ہر چیز پر غور وفکر کرتے رہے اور انہوں نے سمجھا کہ یہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں یہ بے فائدہ نہیں ہیں۔ غور وفکر سے انہوں نے یہ ساری چیزیں حاصل کر لیں۔ اس نیوٹن کو لے لیں کہ اس نے چھوٹی سی چھوٹی کو بے فائدہ نہیں سمجھا اور اس پر غور وفکر کرتے ہوئے دنیا کی حالت کو بدل دیا۔ اب جب انسان نے سیب کے گرنے کا مشاہدہ کیا تو اس سے نئے دروازے کھل گئے۔ آج کل موبائیل فون میں سم ڈلتی ہے وہ ہمارے لئے بے فائدہ ہے ہمارے کسی کام کی نہیں جب خراب ہو جاتی ہے تو توڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ لیکن وہ جو بنانے والا تھا اس نے اس کو بے فائدہ چیز نہیں سمجھا۔ یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اس نے کسی چیز کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا''۔ پھر اسی طرح آپ دن اور رات کے اختلاف کو دیکھیں تو جس نے گھڑی بنائی اس نے کیا کیا اس نے انہی چیزوں کو دیکھا انہی چیزوں کو دیکھ کر اس نے وقت کا اندازہ لگا کے گھڑی بنا لی۔ یعنی جو عقل والے ہیں، جو غور وفکر کرنے والے ہیں وہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ آپ جتنا غور وفکر کرتے جائیں اتنے آپ آگے بڑھتے جائیں گے اور ایک نئی چیز لے سامنے آ جائے گی۔ نئی سے نئی چیزیں آتی رہیں گے، نئی سے نئی چیزیں بنتی جائیں گی۔ اور کائنات کے اندر تبدیلی آتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ''تم دیکھو گے جس دن زمین اور آسمان بدل جائیں گے'' وہ یہ نہیں ہے کہ وہ زمین کو الٹا اور آسمان کو الٹا کر دے گا مقصد یہ ہے کہ آج کا دور، آج کی زمین آج سے سو سال پہلے یا دو سو سال پہلے انسانوں کے لئے بالکل بدل گئی۔ اس زمانے کے لوگوں کے پاس وہ سب کچھ نہیں تھا مثلاً جو لوگ اس بجلی کی ایجاد سے قبل فوت ہو گئے تو ان کے لئے یہ ایک نئی دنیا ہے۔ وقت کے ساتھ تبدیلی خود بخود آئے گی۔ اس دنیاوی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ نے کوئی ہدایت نہیں دی یہ انسان پر چھوڑ دیا کہ جتنا اس میں غور وفکر کرو گے اتنا فائدہ اٹھاؤ گے۔ اس معاملے میں ایمان یا غیر ایمان والے کے اندر فرق نہیں کیا مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو جو اس پر غور وفکر کرے وہ اس کو حاصل کر لے گا۔ لیکن جس دوسری ضرورت کا اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا وہ ''روحانی ضرورت'' ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے با قاعدہ منصوبہ دیا ہے جو دنیاوی ضروریات ہیں ان کے لئے کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ لیکن وہ چیزیں جو انسان کی روحانیت سے تعلق رکھتی تھیں وہ چیزیں جن کو وہ اپنی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا ان کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو با قاعدہ واضح ہدایات دیں ہیں کہ کس طرح تم ان کو حاصل کر سکتے ہو۔ انسانوں کی اصلاح کے لئے اور روحانی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے با قاعدہ پیغمبروں کے ذریعے ان کو ہدایات دینا شروع کر دیں یہ کرو تو تم ترقی کر جاؤ گے، یہ احکامات ہیں ان کو مانو گے تو تم خدا تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ گے، ان احکامات کو مانو گے تو تم اس کی مخلوق کو اور جو تمہاری پیدائش کا اصل مقصد ہے، غرض و غایت ہے اس کو حاصل کر لو گے۔ یہاں پر اس کو اس طرح بیان کیا ''وہ لوگ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے ہیں'' اگر آپ مذہب کو دیکھیں تو مذہب بنیاد بنتا ہے سائنس کے علم کی۔ تو کہا وہ لوگ جو روحانی ضرورت کے لئے آگے چلتے ہیں، وہ لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی نفس کی اصلاح کریں، وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ وہ اپنے اندر کی دنیا کو پہنچانے کی کوشش کریں وہ اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر یاد کرتے ہیں۔ مقصد یہ کہ وہ عبادت کو صرف چند لمحوں تک محدود نہیں رکھتے۔ ان کی عبادت اور ان کا خدا کا تصور، ان کا خدا کے سامنے عاجزی اختیار کرنا، خدا کے احکامات کو ماننا وہ صرف چند لمحوں کے لئے نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ نماز پڑھ لی اور اس وقت ان کو یاد آیا کہ یہ ہمارا خدا ہے بلکہ کہا وہ بیٹھے ہوئے ہوں، لیٹے ہوئے ہوں، وہ اپنے کاموں میں مصروف ہوں، وہ ہر ایک لمحے اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے رکھنے والے ہیں تو یہ وہ لوگ

ہیں جو روحانی درجات کو حاصل کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ انسان سے چاہتا ہے کہ جہاں وہ اپنی اس دنیا کی ضروریات کو پورا کریں تو وہ جو موت کے بعد کی زندگی ہے وہ اس کے لئے بھی تیاری کرلیں۔ کیونکہ یہ دنیا ایسی چیز ہے جس کو آخر کار ختم ہونا ہے۔ اور یہ ایسا تجربہ ہے جس سے انسان انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہم نے دیکھا کہ دنیا میں بڑی سی بڑی شخصیت خواہ وہ دنیاوی لحاظ سے کامیاب ترین انسان ہوں یا وہ مذہبی دنیا میں روحانیت کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچنے والے ہوں، انبیاء ہوں، مصلحین ہوں، مجددین ہوں سب اس دنیا سے چلے گئے یہ ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا ہے۔ جب انسان نے یہ مشاہدہ کرلیا کہ یہ دنیا عارضی ہے تو اس دنیا میں وہ اپنی جنت نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ جنت تو ایک ایسا تصور ہے جو ہمیشہ کے لئے ہو، ایک ایسی دنیا جس میں ہمیشگی پائی جائے۔ اس لئے دنیا میں تو وہ جنت بنا نہیں سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے اندر کی دنیا کو جو روحانی دنیا ہے جو روحانی علم ہے اس کو حاصل کرو۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ راہنمائی فرمائی ہے خدائی صحیفوں کی صورت میں۔ پہلے خدا تعالیٰ نے کتابیں دیں اور پھر قرآن مجید کی صورت میں ایک مکمل شریعت عطا کی۔ اگر آپ یہاں فرق دیکھیں تو جو دنیاوی ضروریات کے لئے سائنسدان کام کرتے ہیں ان کا کوئی اختتام نہیں ہے لیکن جو روحانی ضروریات انسان کی تھیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر اور قرآن مجید کو خاتم الکتب بنا کر ایک مکمل شریعت انسان دے دی کہ اس پر عمل کر و تو تم خود بخود کامیاب ہو جاؤ گے۔ انسان کی روحانی زندگی کو سنوارنے کے لئے اور اخروی زندگی کو سنوارنے کے لئے یہ کتاب دے دی۔ یعنی انسان کو محنت بھی نہیں کرنی پڑے گی صرف اتنی محنت کرنی ہے کہ اس کتاب کو پڑھنا ہے اس کو سمجھنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ یعنی اس میں وہ جتنا غور وفکر کرتا جائے گا وہ اور زیادہ اس سے علم حاصل کرتا جائے گا ایک عام انسان بھی اگر چاہے کہ وہ اپنی زندگی میں تبدیلی لانا چاہتا ہے، وہ روحانیت کے کچھ مقامات کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ قرآن مجید کے ذریعہ سے قرآن مجید کی تعلیم کے ذریعہ سے حاصل کرسکتا ہے۔ رسول کریم صلعم کی تعلیمات کے ذریعہ سے اس کو حاصل کرسکتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک مکمل پروگرام دے دیا ہے اس پروگرام کو آگے آپ نے لے کر چلنا ہے۔

اور پھر جہاں تک انسان کی روحانیت کا علم ہے جس کے بارے میں سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے یہ علم وہ ہے جو محدود ہے اور انسان اس کو سارا نہیں سمجھ سکتا۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے: ''کہہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ روح کیا ہے'' یہاں روح سے مراد نفس نہیں ہے جو انسان کے اندر ہے۔ وہ سوال یہ کرتے ہیں کہ وحی کیا ہے؟ اس کی نوعیت کیا ہے؟ اگر احادیث کو دیکھیں تو رسول کریم صلعم پر وحی کے نزول کی ماہیت بیان کی گئی ہے کہ کس طرح آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ فرشتہ آپؐ کے پاس آتا تھا اس وقت آپؐ کی کیا حالت ہو جاتی تھی وہ بھی بیان کی ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اے نبی صلعم کہہ دیجئے یہ وحی میرے رب کا حکم ہے اس کا مجھے بھی جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ ''اب نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا سوائے مبشرات کے'' تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ مبشرات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ''سچی خواب'' یعنی یہ وہ علم ہے جو تھوڑا ہے مگر انسان کو ملتا رہے گا اور چلتا رہے گا کبھی ختم نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ دنیا کے علم کو دیکھیں اس کائنات کے راز کا مشاہدہ کریں تو ابھی ایک مشہور امریکن سائنسدان ہے اس نے جو اپنی نئی تھیوری دی اس میں اس نے کہا کہ دنیا تقریباً 96%Dark Materials ہے۔ وہ کہتا ہے: یہ جو 96% ہے اس کو ہم آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہ روشنی نہیں دیتا یا اس کے اندر سے وہ چیز نہیں نکلتی جس کی وجہ سے ہم اس کو پہچان سکتے یا ہمارے پاس جو آلات ہیں اس کے ذریعہ سے ابھی ہم اس 96% کو نہیں پہچان سکتے۔ اسی طرح روحانی دنیا بھی وسیع وعریض ہے۔ پہلے جتنے انبیاء تھے ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی نبوت عطا کی اور ان کو شریعت دی اور اب ان کے بعد مجددین و مصلحین کے ذریعہ سے پھر اس سلسلہ کو جاری کیا۔ ان کی وحی کو آپ وحی ولایت کہہ دیں یا اس کو خواب کی صورت کہہ دیں اور اس کے ذریعہ بھی نئے سے نئے راز سامنے آتے ہیں مجددین اپنے اپنے وقت کے مطابق لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ اسی طرح اس سائنسدان نے ایک اور چیز لکھی کہ ہم کائنات کے صرف 4% حصے کو جانتے ہیں۔ یعنی آپ غور وفکر کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی وسیع کائنات بنائی ہے کہ اس ساری کو سمجھنا آپ کے بس میں نہیں۔ یہی معاملہ روح کا بھی ہے کہ یہ ایک ایسی دنیا ہے کہ آپ جتنا اس کو جاننے کی کوشش کریں گے ایک نئی سے نئی

چیز آپ کے سامنے آتی جائے گی اور اب جو لوگ ہدایت لے سکتے ہیں وہ رسول کریم صلعم کی اتباع سے آپ کی مکمل پیروی سے اور قرآن مجید کی تعلیم سے وہ یہ حاصل کر سکتے ہیں اور اس کا حاصل کرنا ہی انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے۔ اور پھر آتا ہے ''پس تو پاک ہے ہمیں آگ کے عذاب سے بچا'' یعنی آگ کے عذاب سے بچنے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ''اے اللہ جسے تو آگ میں داخل کرے یقیناً اسے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' آخرت کی آگ تو کسی نے نہیں دیکھی نہ ہی اس کو ہم ابھی اس وقت بیٹھ کر محسوس کر سکتے ہیں لیکن دنیا کی آگ کو ہم دیکھ سکتے ہیں جو لوگ اس میں داخل ہو جاتے ہیں ان کو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں۔ آپ اس وقت مسلمان ممالک کی مثال لے لیں یا باقی ممالک جن میں لوگوں نے مختلف قسم کی آگ کو اپنے لئے خود پیدا کر لیا۔ وہ اس کے اندر داخل ہو گئے تو کہا کہ ان کو تو نے رسوا کر دیا۔ ہمارے ہاں بھی ایک خون کا سلسلہ چلا عراق میں چلا، افغانستان میں چلا، باقی جگہ دنیا میں چل رہا ہے اور جتنے ممالک ہیں ان میں آگ کا وہ دریا بند ہونے کو نہیں آتا۔ اس آگ کو ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو ہمیں اس آگ سے بھی بچا خواہ وہ دنیا کی دولت آگ ہو، وہ حرص کی آگ ہو، وہ دہشت گردی کی آگ ہو یا باقی دنیاوی چیزوں کی آگ ہے ان سب سے بچا۔ اے اللہ تو جس کو اس آگ میں داخل کر دے وہ رسوا ہو جائے گا اور جس کو تو بچا لے وہ اس سے بچ جائے گا۔ پھر آگے آتا ہے اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے سو تو ہماری کمزوریوں کی حفاظت فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہم کو راست بازوں کے ساتھ وفات دے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے پھر انسانوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنی کمزوریوں کی معافی مانگتے رہیں۔ انسان کے اندر بے شمار کمزوریاں ہیں۔ روحانی کمزوریاں بھی ہیں۔ اخلاقی کمزوریاں بھی۔ ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے آپ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ اگر ہماری اندر روحانی کمزوریاں ہیں ان کو دور کر دے۔ اگر اخلاقی کمزوریاں ہیں ان کو بھی دور کرنا۔ اور دوسرا یہ کہ ہم کو برائیوں سے دور کر دے۔ وہ تمام برائیاں جو انسان کو اس دنیا میں بھی آگ میں ڈال دیتی ہیں اور آخرت میں بھی ان کا نتیجہ بد نکلے گا۔ اور پھر آگے آخری آیت میں کہا کہ اے ہمارے رب ہمیں وہ عطا کر جس کا تو نے وعدہ ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے معاملات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے اس دنیا میں کامیابی کا وعدہ دیا ہے وہ بھی ہمیں عطا کر۔ تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ دیا ہے کہ یہ تیرا دین سچا ہے، تیری ہدایت سچی ہے، یہ غالب آنے والی ہے یہ لوگوں کی اصلاح کرنے والی ہے تو اس وعدہ کو پورا کر۔ ہماری بھی اصلاح کر لوگوں کی بھی اصلاح کر۔ ہمیں بھی ہدایت دے لوگوں کو بھی ہدایت دے۔ ہمیں بھی تو دین اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور لوگوں کو بھی توفیق عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ جو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے وعدے دیئے ان کی کامیابی کے لئے بھی کوشاں رہیں اور جو آخرت کے کامیابی کے وعدے ہیں ان کے لئے بھی کوشاں رہیں۔ تو تب ہی وہ کامیاب انسان کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی ہم اس جماعت کے ساتھ ہیں۔ اس کا بھی ایک بنیادی مقصد تھا کہ آپ نے دین اسلام کو کس طرح لوگوں تک پہنچانا ہے۔ اس کو پہنچانے کے لئے بہت سے ذرائع ہیں اور ہم نے ابھی آگے بڑھنا ہے۔ اس عظیم الشان مقصد کے لئے کہ ہم نے اسلام کو قرآن کو رسول کریم صلعم کی تعلیمات کو کس طرح دنیا تک پہنچانا ہے۔ لیکن اگر ہم نے یہ کام چھوڑ دیا، وہ تمام احکامات چھوڑ دیئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رشتہ داری کوئی نہیں ہے پھر بے شمار اور لوگ ہیں جو دنیا میں کھڑے ہو جائیں گے، اور جماعتیں کھڑی ہو جائیں گی جو یہ کام کر جائیں گی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے کہ جہاں ہم دنیاوی ترقی کے لئے کام کریں وہاں آخرت کی کامیابی کے لئے اور اس عظیم الشان مقصد کے لئے جماعت کا ممبر بننے کی توفیق عطا فرمائی اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

نماز کو باقاعدگی خوبصورتی اور پابندی وقت کے ساتھ پڑھو

تمہاری نمازوں کا اثر تمہارے اخلاق و اعمال میں نظر آنا چاہیے

خطبہ جمعہ مورخہ 6 جنوری 1939ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ

سورۃ فاتحہ نماز کے اندر کیوں رکھی گئی؟

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ:

''یہ سورۃ شریف ہم نماز میں ہر روز پڑھتے ہیں اور بار بار اس کو دہراتے ہیں۔ یہ سورۃ شریف کے اندر اس لئے رکھی گئی ہے کہ اس میں مختصر طور پر قرآن کریم کے ضروری مضامین آگئے ہیں۔ روزانہ اس کو دہرانا اور خدا کے دربار میں حاضر ہوکر دہرانا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ ہم خدا کی کتاب کو ہر وقت سامنے رکھتے ہیں اور اس کے احکام کی پابندی اور تعمیل کا اقرار کرتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں نماز کی پابندی اور اس کی حفاظت کی تاکید اور اس کا مقصد

قرآن کریم کے اندر نماز کے پڑھنے۔ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو وقت پر پڑھنے اور باجماعت پڑھنے کی بڑی تاکید ہے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ نماز کی پابندی کی جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ اس کو وقت پر پڑھا جائے اور باجماعت پڑھا جائے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ یہ اس لئے کہ اس سورۃ کے اندر مسلمان کے مقاصد زندگی کو مجملاً مسلمان کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ باتیں ہر ایک مسلمان کے ہر وقت سامنے رہیں۔ اس لئے ان باتوں پر اس قدر زور دیا گیا ہے۔

نماز کی حفاظت کا کیا مطلب ہے؟

لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھتے تھے کہ سب سے زیادہ پیارا کام خداوند کریم کے نزدیک کیا ہے؟ تو آپ فرماتے تھے کہ پابندی وقت کے ساتھ نماز پڑھنا خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا کام ہے اور اس کی حفاظت کرنا اور اس کو قائم رکھنا تاکہ یہ ٹوٹے نہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ نماز کی حفاظت کیا ہے اور اس کا ٹوٹنا کیا ہے؟ اس کی حفاظت یہ ہے کہ اس کا جو مقصد لکھا گیا ہے اس کو انسان پورا کرے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو سے لے کر نماز کے تمام ارکان بتائے اور ان سب کی باقاعدگی اور پابندی کی تاکید فرمائی۔ کبھی اس بات پر زور دیا کہ وضو باقاعدہ کرو۔ کبھی مسواک کی تاکید فرمائی کیونکہ دربار خداوندی میں گندہ دہن حاضر ہونا بہت بری بات ہے۔

نماز کے ذریعہ انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہوسکتا ہے

اس کے ساتھ ہی یہ بتایا کہ نماز پڑھنے سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہوسکتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق یقیناً یقیناً خداوند تعالیٰ سے ہے کیونکہ آپؐ اس کے پاک نبی ہیں اور انبیاء کے سردار ہیں۔ لیکن اسلام نے اس کے ساتھ یہ بھی بتایا کہ صرف نبیوں ہی کا نہیں بلکہ مومن کا تعلق بھی خدا تعالیٰ سے قائم ہوسکتا ہے اور امت میں جس قدر، اولیاء، ولی، غوث، قطب اور مجدد ہوئے ہیں ان سب کو یقیناً خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق میسر تھا۔ اور ہر ایک مومن کو یہ تعلق میسر ہوسکتا ہے۔

خدا کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرو

لیکن خدا کے ساتھ جو یہ تعلق ہوتا ہے اس کا کچھ ظہور اعمال کے اندر بھی ہونا چاہیے۔ اعمال کے اندر خدائی صفات کی کچھ جھلک ہونی چاہیے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑھ کر زبردست تعلق تھا۔ آپؐ تمام جہان کے لئے ہدایت اور رحمت بن کر آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رحم و کرم

جو حضورؐ نے لوگوں کے ساتھ برتا وہ بھی بے نظیر ہے کیونکہ حضورؐ کا یقین تھا کہ خدا کے ساتھ تعلق رکھنا اور اس کی صفات کو اپنے اندر نہ لینا بری بات ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک پیرو کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضورؐ کی پیروی میں خدا کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرے۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر

اس سورۃ شریف میں خدا تعالیٰ کی کچھ صفات کا ذکر ہے۔ ان صفات میں رحم و کرم کی صفت پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ دو مرتبہ رحمٰن اور رحیم کے الفاظ کو دہرایا گیا ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ اسلام کے اندر خدا کا نقشہ ایک جابر اور قہار بادشاہ کا نظر آتا ہے۔ دشمن کے اس اعتراض کا جواب بھی اس سورۃ کے اندر آجاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت اور رحمیت کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ پھر اس کے رب العالمین ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ وہ تمام مخلوق اور جہانوں کا رب ہے اور اس کی ربوبیت کرتا ہے۔ سو نماز کی ایک بڑی غرض یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہو اور انسان اس کی مخلوق کے ساتھ رحیمانہ اور کریمانہ سلوک کرنا سیکھے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا بلند رتبہ اور اہم فرائض

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بڑا بلند ہے۔ جتنا بڑا کسی کا بلند مقام ہوتا ہے اتنے بڑے اور اہم اس کے فرائض بھی ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنے عمل سے دنیا کو دکھا دیا کہ وہ خدا کا مظہر اتم تھے۔ اور اس کی ہر ایک مخلوق کے لئے حضورؐ کے دل میں درد تھا۔ آپؐ سب کے ساتھ رحیمانہ اور کریمانہ سلوک کرتے تھے۔ آپؐ کو یہاں تک رتبہ دیا گیا کہ حبیب کبریا قرار دیا۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ جتنا بڑا کسی کا رتبہ ہوتا ہے اتنے ہی زیادہ اس کے فرائض ہوتے ہیں۔ ایک طرف آپؐ کا رتبہ اس قدر بلند ہے۔ دوسری طرف آپؐ کو ارشاد ہوتا ہے :ترجمہ: ''تو اپنی آنکھوں کو اس طرف نہ لگا جو ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو چند روزہ سامان دیا ہے اور ان کے لئے غم نہ کھا اور مومنوں کے لئے نرمی اختیار کر'' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور آپ کے پاس آگئے ہیں ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا ہے اور ان کی حفاظت کرنی ہے۔ ان کے ساتھ سختی نہیں کرنی۔

حضرت نبی کریم صلعم کا اپنے پیروؤں کے ساتھ بے نظیر سلوک

یہ حضورؐ کے ذمہ ایک ڈیوٹی اور فرض عائد کیا گیا ہے جو شخص بھی حضورؐ کے پاس آگیا حضورؐ نے اس کو اس طرح اپنی حفاظت میں لے لیا جس طرح کہ ماں اپنے بچے کو گود میں لے لیتی ہے یا مرغی چوزوں کو خطرے کے وقت اپنے بازوؤں کے نیچے چھپا لیتی ہے۔ یہ خوشخبری بھی دنیا کے لئے کافی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اپنے ماننے والوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں بھی ان کے ذمہ کیا فرائض لگائے ہیں اور حضورؐ نے ان فرائض کو جس خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

دین پر مرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی بہترین تجویز

ادھر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آیا ادھر آپؐ نے تمام قوم کے سامنے اعلان فرما دیا کہ اگر کوئی مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا اور اگر کوئی مر جائے اور قرض اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو اس قرض کی ادائیگی اور بچوں کی پرورش کا میں ذمہ دار ہوں وہ میرے پاس آئیں۔

وہ قوم جس کے بچوں کے پالنے اور قرض کو ادا کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلعم جیسا انسان موجود ہو وہ عاشق نہ ہو اور کٹ نہ مرے تو اور کیا ہو۔ لیکن ذرا غور کیجئے کہ قوم کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر سخت ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان کرنا کہ میں قوم کے یتیموں کا پالنے والا اور ان کے قرضوں کا ادا کرنے والا ہوں اور پھر اس پر عمل کر کے دکھا دینا۔ یہ عاشق بنانے اور دین پر مرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی ایک تجویز ہے۔

قریبیوں کے بارہ میں حضور صلعم کو حکم الٰہی

پھر یہی نہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے رشتہ داروں اور قریبیوں کو ڈراؤ۔ ان کے فرائض بھی دوسروں سے بہت زیادہ اور نازک ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ حضورؐ کی بیویاں بھی مسلمانوں کے لئے استاد کا کام دیں گی۔ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرض ہے تو آپؐ کی بیویوں کا

بھی ایک فرض ہے وہ پس پردہ امت کو سبق دیں گی۔ عورتیں اور نوجوان لڑکیاں ان کے گھروں میں آتی جاتی ہیں۔ رسول صلعم کی بیویوں کو ایسا ہونا چاہیے کہ یہ ایک خوشبو اور نور وہاں سے لے کر اپنے گھروں کو معطر اور منور کرلیں۔ اس لئے حکم ہوتا ہے کہ ان کو ڈراؤ کیونکہ یہ بھی امت کی استاد ہیں۔ استاد کی ایک لغزش بھی بہت نقصان کا موجب ہوتی ہے۔

آج کل کے پیروں اور مولویوں کی حالت

آج کل کے گدی نشینوں اور پیروں کے رشتہ دار جو جی چاہے کر لیتے ہیں۔ یہ صاحبزادہ صاحب ہیں۔ یہ صاحبزادی صاحبہ ہیں۔ یہ بیوی صاحبہ ہیں۔ ان کا جو جی چاہے کریں کوئی باز پرس نہیں۔ لیکن یہ باتیں اسلام کے خلاف ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کی بیویوں اور رشتہ داروں کو اس کی قطعاً اجازت نہیں تھی۔ اگر رشتہ دار ڈرانے کے بعد اور مسلمان سمجھانے کے بعد حکم عدولی کریں تو آنحضرت صلعم نے صاف فرمایا کہ میرا تعلق ان کے کسی کام سے نہیں ہوگا۔

ہر ایک غلطی اور حکم عدولی کرنے والے کے لئے وعید ہے

جھوٹے ہیں وہ پیر اور جھوٹے ہیں وہ مولوی اور جھوٹے ہیں وہ سجادہ نشین جو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اگر میں بھی غلطی کروں تو میرے لئے وعید ہے انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم اگر میری بیویاں غلطی کریں تو ان کے لئے وعید ہے۔ اگر میرے رشتہ دار غلطی کریں تو ان کے لئے وعید ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف دیکھو اتنا بڑا آپ کا منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ تمام انبیاء کے سردار ہیں لیکن اتنے بڑے منصب اور مقام کے باوجود یہ وعید ہے۔

اپنے دل میں الفت اور اعمال میں خوبصورتی پیدا کرو

اگر اس کے بعد کوئی سید، کوئی پیر اور کوئی مولوی یہ سمجھے کہ ہم صرف نمازیں پڑھ کر خدا کے پیارے بن جائیں گے تو وہ زبردست غلطی پر ہیں صرف نمازیں کچھ نہیں بنا سکتیں جب تک ان نمازوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا رنگ اپنے اوپر نہ چڑھایا جائے۔ اس کی تمام مخلوق کے لئے اپنے دلوں میں رحم و کرم کا جذبہ پیدا کرو۔ غریبوں کی مدد کریں۔ دوستوں اور رشتہ داروں کا اکرام و احترام کرو ان کے ساتھ عزت کے ساتھ محبت و نرمی کے ساتھ پیش آؤ۔ یہ قوم کی بہت بڑی بدبختی ہے کہ ایک دوسرے کی ڈاڑھیوں وغیرہ پر اعتراض کئے جائیں اور ایسی معمولی چیزوں کے لئے آپس میں لڑائی اور کشیدگی پیدا کی جائے۔ اپنے اندر کوئی وسعت قلب اور دلربائی پیدا کرو۔ اس کے بغیر قوم ہرگز نہیں بن سکتی اور نہ ترقی کر سکتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی وسعت قلب اور بلند اخلاق

حضرت نبی کریم صلعم کا یہ کمال ہے کہ دوست بھی آپ کا عاشق ہے اور غیر بھی آپ کا عاشق ہے۔ نصرانی بھی آپ کا وسعت قلب کا اعتراف کرتا ہے۔ یہودی بھی آپ کی وسعت قلب کا اعتراف کرتا ہے اور بت پرست بھی آپ کی وسعت قلب کا اعتراف کرتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے عیسائیوں کو مسجد کے اندر گرجا کرنے کی اجازت دی۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ چڑانے کی غرض سے ایک کافر نے مسجد کے اندر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ آپ تشریف فرما تھے۔ صحابہؓ بھی موجود تھے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر صحابہؓ لپک کر اٹھے لیکن حضورؐ نے ان کو روکا اور فرمایا کہ اس کو پیشاب کرنے دو ایسا نہ ہو کہ وہ بیمار ہو جائے۔ جب وہ فارغ ہو چکا تو آپ نے اس کو سمجھایا کہ دیکھو میاں مسجدیں خدا کی عبادت کے لئے ہوتی ہیں۔ ان میں نماز اور قرآن پڑھا جاتا ہے ان میں پیشاب نہیں کرنا چاہیے۔ ذرا غور کرو۔ کس قدر بلند انسان ہے اور کس قدر اس کے اخلاق ہیں۔ یہ ہے خدا کا مظہر اتم لیکن آج کل کے مولوی ہیں وسعت قلب بالکل نہیں۔ غیر تو رہے ایک طرف وہ اپنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کر سکتا۔ کسی کی ڈاڑھی پر اعتراض، کہیں کسی کی پتلون پر اعتراض ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں جماعت کے اندر نماز کا شوق

پھر ہم نے اس زمانہ میں بھی حضرت نبی کریم صلعم کے ایک غلام اور عاشق کو دیکھا۔ اس مجلس میں کافی آدمی موجود ہیں جنہوں نے اس زمانہ کے امام (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے پاس بیٹھے۔ آپ کے زمانہ میں قادیان کے اندر لوگ اڑ اڑ کر نماز کے لئے مسجد میں جاتے تھے۔ اس زمانہ میں جماعت کے مردوں، عورتوں، بچوں سب کے اندر نماز کا بڑا

شوق اور احترام تھا، تمام لوگ نماز بڑی پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے اور بڑی لذت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلوک اپنے خدام کے ساتھ

خدا کے لئے اس نماز کو جس کی قرآن نے اس قدر تاکید کی ہے اور رسول اللہ صلعم نے اس قدر تاکید کی ہے اور پھر اس زمانہ کے امام نے جس کی اس قدر تاکید کی ہے نہ چھوڑو۔ اس کو پوری پابندی کرو اور اثر دکھاؤ۔ امام وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے اعمال و اخلاق میں نماز کا اثر دکھایا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ قادیان کے دشمن بھی یقین کرتے تھے کہ یہ شخص خدا کا مظہر ہے۔ حضرت اقدس کی عمر کے آخری سالوں میں بعض دوست مثلاً حضرت خواجہ صاحب مرحوم، ڈاکٹر مرزا صاحب مرحوم، شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم ہر ہفتہ قادیان میں جاتے تھے اور حضرت مرزا صاحب ان سب کے ساتھ نہایت محبت و اکرام کے ساتھ پیش آتے۔ ان کی بے حد عزت اور قدر کرتے، فرماتے آج خواجہ صاحب آنے والے ہیں، آج ڈاکٹر مرزا صاحب آنے والے ہیں، آج شیخ صاحب آنے والے ہیں، اگر کبھی ان کے پہنچنے میں ذرا دیر ہو جاتی تو دریافت فرماتے کیا وجہ ہے، دیر کیوں ہوئی ہے کہ اب تک نہیں پہنچا، کبھی کبھی خود پتہ لینے کے لئے نکل پڑتے، فرماتے نماز کے لئے بھی ذرا انتظار کرلو آج فلاں آنے والے ہیں یہی کیفیت حضور نبی کریم صلعم کی تھی۔ یہ آقاؐ اور غلام دونوں اپنے دوستوں کی تکلیف کو دیکھ کر اس طرح بے چین ہو جاتے جس طرح ماں اپنے بچوں کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب بٹالہ سے قادیان آرہے تھے کہ راستے میں یکہ سے گر پڑے۔ معمولی چوٹ آئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معلوم ہوا تو فوراً بے قرار ہو کر خبر لینے کے لئے گھر سے نکل پڑے۔ جب آپ نے مولانا صاحب کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ مولوی صاحب خدا نے بڑا فضل کیا یہ خبر سن کر میری تو کمر ٹوٹ گئی تھی۔ یہ تھی آپ کی دوستوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت اور مخالفوں کے ساتھ بھی اسی طرح مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے بلند اخلاق کے ذریعہ قوم بنائی

خوب یاد رکھو کہ قوم کا بنانا بڑا ہی مشکل ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے قوم بنائی لیکن اس طرح نہیں بنائی کہ دیکھو میں پیغمبر ہوں، میرا حکم مانو جس طرح بعض لوگ کہتے ہیں، خدا کا رسول ہوں اگر میری بات نہ مانو گے تو تباہ ہو جاؤ گے، نہیں بلکہ آپؐ نے اپنوں اور غیروں سب کو اپنے اخلاق کا گرویدہ بنایا اور آپؐ کے بعد آپؐ کی امت کے اولیاء، صلحاء اور مجددین نے بھی یہی کیا۔

ہماری قوم پر بھاری ذمہ داری

ہماری قوم پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے کیونکہ ہم قرآن کو مانتے ہیں، رسول اللہ صلعم کو مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کے امام کو بھی مانتے ہیں، ہم پر دوسرے مسلمانوں کی نسبت ایک زیادہ حجت قائم ہے، ہمیں بڑی احتیاط کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ ہم کہیں اپنے اعمال کی وجہ سے لوگوں کی گمراہی کا باعث تو نہیں بن رہے ہیں۔

جماعت کو ضروری تلقین

ہم سے ہر ایک کو پابندی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے عزیز اور رشتہ دار اور دوست بھی ایسا کرتے ہیں یا نہیں، اگر نہیں کرتے تو ان کو بھی اپنے نمونہ اور نہایت خوبصورتی اور محبت کے ساتھ تلقین کر کے صحیح راستہ پر چلانا چاہیے ان کی غفلت اور سستی کو دور کرنا چاہیے۔ اگر ہمارے اعمال خوبصورت اور اچھے نہ ہوں گے تو لوگ ہمارے امام کی صداقت میں شبہ کرنے لگیں گے، کیا یہ بات تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری وجہ سے اور تمہارے طرز عمل کی وجہ سے لوگ تمہارے امام کی صداقت میں شبہ کریں؟ تم میں سے ہر ایک کو ایک بات کا سختی کے ساتھ خیال رکھنا چاہیے کہ جو تمہارا اسلامی رنگ ہے اور جس کو اس زمانے کے امام نے تازہ کیا ہے وہ پھیکا نہ پڑے۔ میں اپنی قوم کو بڑی تاکید کے ساتھ تلقین کرتا ہوں کہ تم کوشش کرو کہ باقاعدگی اور خوبصورتی کے ساتھ نماز پڑھو۔ اور کوشش کرو کہ تمہاری نمازوں کا اثر تمہارے اعمال اور معاملات میں نظر آئے۔ یہی ایک طریق ہے جس سے ہماری قوم کامیاب ہو سکتی ہے۔

سالانہ دعائیہ 2011ء کے مناظر و مقررین

جماعت کے لئے گراں قدر خدمات دینے والوں کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں
(طاہر صادق صاحب میاں فخر الدین صاحب کی جگہ گولڈ میڈل وصول کر رہے ہیں)
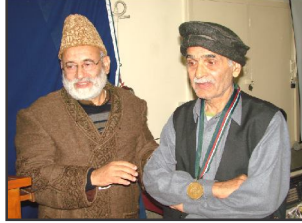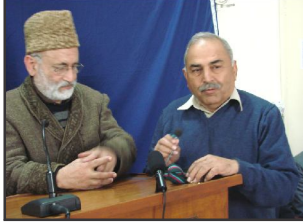
تربیتی کورس 2011ء کے پوزیشن ہولڈرز کو گولڈ میڈل اور شیلڈ دی جا رہی ہے
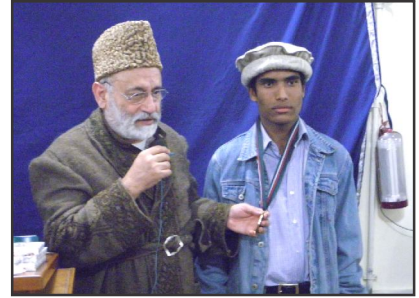
تقریری و کوئز مقابلوں میں اوّل، دوئم، سوئم آنے والے بچوں کی تقریب انعامات
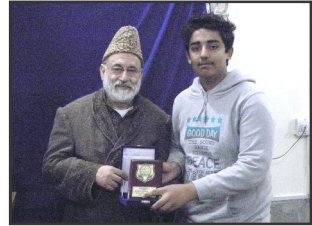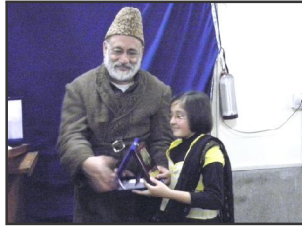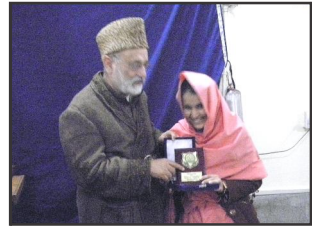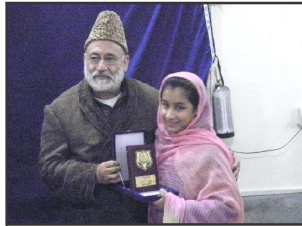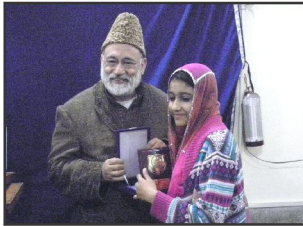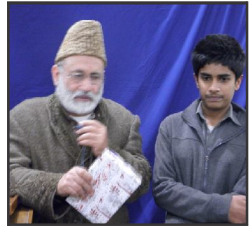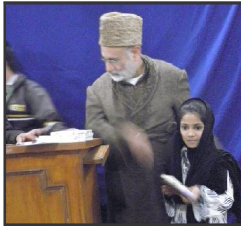
سالانہ دعائیہ کے موقع پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب و دعا
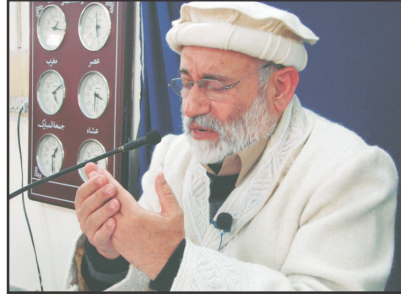
سالانہ دعائیہ 2011ء کے شرکاء

دارالسلام کالونی میں تنظیم بہبود کی طرف سے سٹور کا افتتاح

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی سرگرمیاں

منتظمین سالانہ دعائیہ و شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات

سالانہ دعائیہ کے مختلف مناظر

پنڈال کے مناظر

اسلام کی خصوصیت اور اس کا غلبہ

از: قاری غلام رسول

خدا تعالیٰ کا آخری دین اور مکمل نظام حیات صرف اسلام ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اور ہر قسم کے فساد وانتشار اور تفرقہ کا مخالف ہے۔ اللہ کے آخری رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی یہ تعریف کی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں ایک مسلمان امن وسلامتی کا پیکر ہوتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں کسی قسم کے فتنہ و فساد اور دہشت گردی کی قطعاً گنجائش نہیں۔ قرآن حکیم نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ اور فساد فی الارض کی سزا ہاتھ پاؤں کاٹنا قرار دیا ہے(سورۃ المائدہ)

دعوت دین کے حوالے سے جو مشکلات پیش آئیں ان پر صبر کا حکم دیا ہے۔ اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا حکم ہے۔ اسلام میں کسی قسم کا جبر نہیں اور بزور تشدد اور طاقت کے ذریعہ اسلام پھیلانے کی اجازت نہیں اور نہ کبھی ایسا کیا گیا بلکہ قرآن کریم میں یہاں تک ارشاد ہے کہ اگر کوئی مشرک تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے امن کی محفوظ جگہ پر پہنچا دو۔(سورۃ التوبہ)

یہ جو ہمارے ہاں مشہور ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے یہ درحقیقت باغی سرکش اور اس کی سزا ہے جو مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو جسے فقہ میں حربی کافر کہا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ سزا تبدیلی مذہب کی ہے حالانکہ اگر یہ سزا تبدیلی مذہب پر ہوتی تو کوئی یہودی اور عیسائی مسلمان نہ ہوتا۔ اسلام تو یہاں تک احترام انسانیت کا درس دیتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے جنازہ کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک غریب غیر مسلم کا جزیہ نہ صرف معاف کر دیا بلکہ بوڑھوں اور معذور کا فروں کے گذارہ الاؤنس یا وظیفہ مقرر کر دیا۔ قرآن حکیم سے اس کی تائید نہیں ہوتی کہ مطلقاً ہر مرتد کی سزا قتل ہے بلکہ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: ''اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم پیدا کر دے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا''(سورۃ المائدہ)

حقیقت یہ ہے کہ مرتد کی سزا قتل اور اسلام تلوار کے زور سے پھیلانے کی باتیں یہ درحقیقت دشمنان دین کا پیراپیگنڈہ تھا لیکن بدقسمتی سے چند مسلمان بھی اس پراپیگنڈہ کا شکار ہو گئے اور صورت حال یوں ہوئی کہ:

پاسباں مل گئے کعبہ سے صنم خانے کو

مجدد صد چہار دہم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس قسم کے تمام اعتراضات اور غلط فہمیوں کا تسلی بخش جواب دے کر دین حق کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ آج جماعت احمدیہ کے مجاہدین پوری دنیا میں دین حق کے روحانی غلبہ کے لئے اس طرح کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دین حق مذاہب عالم میں سے سب سے بڑی متحد کرنے والی طاقت ہے کیونکہ اسلام کا خدا تمام جہانوں کا رب ہے اور اسلام کا رسول تمام جہانوں کا رسول اور قرآن حکیم تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہے۔ اس لئے اسلام دنیا کی سب سے بڑی روحانی طاقت ہے اور دنیا کے تمام مسائل کا حل اسی دین کے پاس ہے۔ یہ ایک آفاقی اور بین الاقوامی دین ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا آخری رسول ماننے کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ ایک مسلمان خدا تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان رکھے۔

دین اسلام کی چند بڑی بڑی خصوصیات یہ ہیں یہ دنیا کا سب سے محفوظ ترین دین ہے۔ یہ عقل وفطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ ہر دور کی ضروریات کے عین

مطابق ہے یہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی دیتا ہے۔ یہ واحد مذہب ہے جو سارا قابل عمل ہے۔ اس میں زمانے کی ضروریات کے مطابق اجتہاد کی اجازت ہے۔ یہ انسانی استطاعت کے مطابق ہے اور تمام انسانوں کو برابر قرار دیتا ہے۔ اس میں فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ اور حسب و نسب اور ذات پات کی تفریق سے پاک ہے۔ یہ انسانوں کو مایوسی سے نکالتا ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کی امید دلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ماننے والوں میں خودکشی کی شرح سب سے کم ہے دیگر مذاہب میں یہ شرح بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ مایوسی کے لمحات میں انسان کو سہارا دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس میں جانوروں، پرندوں اور درختوں کے بھی حقوق ہیں نیز ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کا احترام کرنا سکھاتا ہے اور اس میں ہر شخص کے بنیادی حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے۔ یہ ایک روشن خیال مذہب ہے اس میں حصول علم کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اسلام انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے اور عقیدہ آخرت اس سلسلہ میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”عمر کو دریائے فرات کے کنارے مرنے والے کتے کا بھی حساب دینا پڑے گا“ یہ ایک جمہوریت پسند مذہب ہے اس میں تمام معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں اس میں عورت کو احترام کا مقام دیا گیا ہے نیز یہ دنیا اور آخرت دونوں کو ترجیح دیتا ہے اور اس میں رہبانیت منع ہے۔ تعلق باللہ اور روحانی ترقی کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس کا فلسفہ عبادات ایمانیات اور اخلاقیات سب سے اعلیٰ ہے۔ اسلام میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ خواہ وہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو چاہے وہ حبشی غلام ہو اور اس کا سر منقی کے دانے کی طرح ہو۔“

دنیا میں واحد امن و سلامتی کا مذہب اسلام ہی ہے جس میں ہر قسم کے نسلی لسانی اور قومی تعصّبات کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ مذہب ہر طرح کی معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے زکوۃ و خیرات صدقات وعشر کا نظام دیتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام کی صداقت کی گواہی موجود ہے۔ تمام آسمانی کتب آخری زمانے میں ایک بین الاقوامی رسول کی بشارت دیتی ہیں۔ جو بلاشبہ آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مندرجہ بالا حقائق و خصوصیات کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

اس مذہب کی صداقت کے لئے ہر زمانے میں مجدد دین آئمہ دین اور مصلحین آتے رہتے ہیں جو اس کی صداقت کے تازہ گواہ ہوتے ہیں اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کے امین ہوتے ہیں۔

اس زمانہ کے نائب رسول امام العصر مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الرحمتہ ہیں جو نبوت محمدی کے تازہ گواہ ہیں اور اسلام کی صداقت کی زندہ دلیل ہیں۔ آپ نے تمام مذاہب باطلہ کا دلیل و براہین کی روشنی میں قلع قمع کر دیا اور موجودہ زمانہ میں تجدید دین کر کے اسلام کا اصل چہرہ روشن کر دیا۔ آپؑ کو اسلام کی روحانی طاقتوں کا علم دیا گیا آپ نے فرمایا مجھے علم دیا گیا ہے کہ اسلام ہی غالب آئے گا باقی تمام مذاہب مردہ ہیں اور ان کے روحانی فیوض جاری نہیں اسلام کا خدا زندہ ہے اسلام کا نبی زندہ ہے جو آخری نبی ہے اور اس کی نبوت قیامت تک جاری ہے اور اب اس امت میں کوئی نیا یا پرانا نبی آئے گا۔ آپ اپنے کلام میں فرماتے ہیں:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکا یا ہم نے
کوئی دین دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب ایسا نہیں کہ نشان دکھلا دے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آ ز ما ئش کے لئے کو ئی نہ آ یا ہر چند
ہر مخا لف کو مقا بل پہ بلا یا ہم نے
آ ؤ لو گو کہ یہیں نو رِ خد ا پا ؤ گے
لو تمہیں طو رِ تسلی کا بتا یا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نو رو ں کا ہر رنگ دلا یا ہم نے
جب سے یہ نو ر ملا نو رِ پیمبر سے ہمیں
ذ ا ت حق سے و جو د ا پنا ملا یا ہم نے

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ مجدد زماں علیہ الرحمتہ نے اسلام کے زوال اور اسکی مصیبت کو دیکھا تو دین کی خدمت میں لگ گئے اور دعائیں کرتے رہے اور اپنا مال و جان اس کے احیاء کے لئے وقف کر دیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے سیاسی و روحانی غلبہ کی بشارت دی۔ ان دونوں حالتوں کا نقشہ آپ نے اپنے کلام میں کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں:

تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دین میت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن
دوستوں اس یار نے دین کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھا تا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن
میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آ گئے ہیں اب زمین پر آگ بھڑکانے کے دن
کون روتا ہے کہ جس سے آسمان بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمین پر اس کے چلانے کے دن

آج سے ایک صدی قبل جب روئے زمین پر مسلمانوں کی کوئی حکومت باقی نہ رہ گئی تھی اور آج یہ حالت کہ یکے بعد دیگرے اسلامی حکومتیں قائم ہوتی جا رہی ہیں یہ وہ انقلاب ہے جو مجدد زماں علیہ الرحمتہ کی کشفی آنکھ نے دیکھا تھا آپ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر مسلمانوں کو ان الفاظ میں بشارت دی۔

''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند محکم افتاد'' اس الہام میں مسلمانوں یا مومنوں کے بجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد کی نسبت سے ''محمدیاں'' کہا

اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولوی محمد علیؒ امیر اوّل جماعت احمدیہ لاہور فرماتے ہیں:

''شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت تو گر چکی ہے اور انہیں صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے ایک نسبت ہی رہ گئی ہے جس کی بدولت خدا تعالیٰ پھر سے اس قوم کو موت کے بعد زندہ کرے گا۔ حضرت اقدس مجددِ زماں علیہ الرحمتہ کی تعلیمات کو پڑھ کر اسلام پر ایک زندہ ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ وقت دور نہیں جب اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا اور دنیا کا ایک ہی کلمہ ہو گا یعنی کلمہ طیبہ اور ایک جھنڈے تلے لوگ جمع ہو جائیں گے اور وہ جھنڈا نبوت محمدی کا جھنڈا ہو گا۔

نصرت دین تائید دین تبلیغ دین اور اشاعت دین کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک جماعت قائم فرمائی جو مالی و جانی قربانیاں دے کر دین حق کی خدمت کر رہی ہے۔

اے خدا تو ہماری کاوشوں کو قبول فرما۔ انسانیت کو نبوت محمدی کے نیچے جمع فرما۔ دین حق کو عالمگیر غلبہ عطا فرما۔ آمین

☆☆☆☆

شادی بیاہ کے موقع پر بدرسومات اور بدعات سے اجتناب

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے کہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے والا ہر شخص قرآن کریم کے حکموں پر عمل کرنے والا ہو اور کم از کم عمل کرنے کی کوشش ضرور کرنے والا ہو۔ اس کو ماننے والا ہو۔ اگر ایک حکم کو بھی نہیں مانتا تو فرمایا کہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے ماننے والے دنیا کی رسموں سے بالا ہو کر دنیا کے لالچوں اور فضول رسموں سے بچنے والے ہوں۔ اور انہی اعمال کو بجالانے کی کوشش کرنے والے ہوں جن کا خدا اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور خدا کے رسول نے وہی حکم دیا ہے تبھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی سوال کرنے والے سے کہ آپؐ کا خلق کیا تھا تو فرمایا: ''جو قرآن میں خلق بیان ہوئے وہی آنحضرت صلعم کے خلق تھے'' اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''میں تو اپنے آقا اور مطاع کی پیروی کرتا ہوں اور قرآن کے ہر حکم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہوں، تم بھی اگر ایسی اتباع کرنے کی کوشش کرو گے تو میری جماعت میں شامل ہو گے ورنہ نری بیعت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک جماعت اسوہ حسنہ کے کم از کم معیار پر نہ اترے''۔

ہمیں قرآن نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ پرہیز رہنے کی غرض سے نکاح کرو۔ اور اولاد صالح طلب کرنے کے لئے دعا کرو جیسا کہ وہ اپنی پاک کلام میں فرماتا ہے: ''یعنی چاہیے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تا تم تقویٰ اور پرہیزگاری کے قلع میں داخل ہو جاؤ۔ اور محصن کے لفظ میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جو شادی نہیں کرتا وہ نہ صرف روحانی آفات میں گرتا ہے بلکہ جسمانی آفات میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ سو قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ (۱): ایک عزت اور پرہیزگاری (۲): دوسری حفظ صحت (۳): تیسری اولاد۔

(آریہ دھرم صفحہ نمبر 22)

مجموعہ اشتہارات صفحہ نمبر 70 جلد اوّل پر آپ فرماتے ہیں:

''ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نحوست کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے''۔

پھر آپ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ نمبر 268 فرماتے ہیں:

''اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ جوان ہی ہو، دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے کہ کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رنڈ وارہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہو گئی ہوں۔

حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ ایسی عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کرے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہے۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کلام چلاتا ہے۔ جس عورت کو اللہ اور رسول پیارا ہے اس کو چاہیے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے مظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے''۔

شادی بیاہ کی رسم بھی ایک دین ہی ہے جبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تھا: ’’جب تم شادی کرنے کی سوچو تو ہر چیز پر فوقیت اس لڑکی کو دو جس میں دین زیادہ ہو۔اس لئے یہ کہنا کہ شادی بیاہ صرف خوشی کا اظہار ہے اور اپنا ذاتی فعل ہے، یہ غلط ہے۔ اگر شادی بیاہ صرف رونق اور گانا بجانا ہوتا تو آنحضرت صلعم نکاح کے خطبہ میں خدا کی حمد کے ساتھ تقویٰ اختیار کرنے کی طرف اتنی توجہ دلائی کہ شادی کی ہر نصیحت اور ہر ہدایت کی بنیاد ہی تقویٰ پر رکھی۔

شادی کے موقع پر بعض رسمیں خاص طور پر پاکستان اور ہندوستانی معاشرہ میں راہ پا گئی ہیں اور ان رسموں کا اسلام کی تعلیم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔اب بعض رسوم ادا کرنے کے لئے اس حد تک خرچ کئے جاتے ہیں جیسے شاید یہ رسمیں بھی شادی کے فرائض میں داخل ہیں اور ان کے بغیر شادی ہو ہی نہیں سکتی۔

شادی کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’جو چیز بُری ہے وہ حرام ہے اور جو چیز پاک ہے وہ حلال ہے۔ خدا کسی پاک چیز کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ تمام پاک چیزوں کو حلال فرماتا ہے۔ ہاں جب پاک چیزوں ہی میں بُری اور گندی چیزیں ملائی جاتی ہیں تو وہ حرام ہو جاتی ہیں۔اب شادی کو دف کے ساتھ شہرت دینا جائز رکھا گیا ہے۔لیکن اس میں اگر ناچ گانا شامل ہو جائے تو وہ منع ہو جاتا ہے۔ اگر اسی طرح کیا جائے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کوئی حرام نہیں۔صرف عورتوں کا عورتوں میں دف کے ساتھ پاکیزہ گانا منع نہیں‘‘۔(ملفوظات جلد 5 صفحہ 355-354)

جہیز کا مسئلہ

جہیز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو لڑکی اپنی نئی زندگی شروع کرنے پر اپنے ہمراہ لے کر آئے۔یعنی جہیز وہ جرمانہ ہے جو لڑکی کے والدین لڑکی کی شادی کرنے کے لئے ادا کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بیشتر لڑکیاں جہیز نہ ہونے پر شادی نہیں کر سکتیں اور کئی تو اس وجہ سے موت کو گلے لگا لیتی ہیں اور مرتے وقت وہ یہ پیغام چھوڑ جاتی ہیں کہ انہوں نے جہیز کی بجائے جنازے کا انتخاب کر لیا ہے اور اس ذلت اور رسوائی کی زندگی پر اور طعنوں سے بھری زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہے۔ دنیا کے کئی ترقی یافتہ ممالک میں عورتوں کا وقار مجروح ہونے پر بہت سی عورتیں خودکشی کر لیتی ہیں۔ان میں کالج، سکول کی لڑکیوں کے علاوہ دیگر نوجوان خواتین بھی شامل ہوتی ہیں۔ ہر سال غریب والدین کی ہزاروں لڑکیاں نیا گھر بسانے کی حسرت اپنے ساتھ لے کر دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں۔ ہزاروں ایسے بھائی ہیں جو اپنی بہنوں کی خوشیوں کا بھرم رکھنے اور اپنی عزتوں کو بچانے کے لئے چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے پر اتر آتے ہیں۔افسوس ان بڑے لوگوں پر جو خود سرمایہ دار ہیں اور اپنی بیٹی کی شادی پر تو وہ زندگی کی تمام آسائشوں کے علاوہ نہ جانے کیا کچھ دینے پر تیار ہو جاتے ہیں مگر غریب کی بیٹی کیلئے پائی بھی خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔جہیز اور بری میں عروسی جوڑے پر لاکھوں روپیہ خرچ کرنا آج کل ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ وہ عروسی جوڑا جو شادی کے بعد صرف بکسوں کی زینت بنتا ہے۔ یوں لاکھوں روپیہ صرف دنیا کے دکھاوے کی خاطر ضائع کر دیا جاتا ہے۔بیشک اس کے والدین قرض ہی کیوں نہ لیں۔پھر دلہن اور دولہا کے لئے بیوٹی پارلر سے تیاری ضروری سمجھی جاتی ہے۔جس پر ہزاروں روپیہ بخوشی خرچ ہوتا ہے۔اور یہ نمائش چند گھنٹوں کے لئے ہوتی ہے۔لیکن بیوٹی پارلر سے تیاری بھی ایک معیار بن گیا ہے۔یعنی ہر قدم پر حقیقت سے دُور مصنوعی اور عارضی خوشیوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ان فضولیات کو آخر کون روکے گا۔کم از کم احمدی خواتین کو تو اپنے امام کے اقوال یاد رکھنے چاہئیں،

گانے بجانے کی وجہ سے تباہی

تمام تباہی جو اسلام پر آئی زیادہ گانے بجانے کی وجہ سے آئی ہے۔اندلس کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے ہی تباہ ہوئی۔مصر کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا تو فاطمی بادشاہ اس وقت گانے بجانے میں مشغول تھا۔صرف ناجائز رسمیں ہی تباہی کا باعث ہوتی ہیں۔ جائز رسموں پر ممانعت نہیں۔جیسے ڈھولک جتنا چاہیں بجائیں، گانا بھی گائیں، پاکیزہ اور موقع کے مطابق لوک گیت اچھے لگتے ہیں۔آخر شادی اور موت میں کچھ فرق تو ہونا چاہیے۔البتہ ایسی رسمیں جو معاشرہ کو بوجھل بنا دیں اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیں، نہیں ہونی چاہئیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں کی بچیاں دف بجا رہی تھیں جو ڈھولک ہی کی قسم ہے اور گیت گا رہی تھیں۔آپؐ نے منع نہیں کیا بلکہ پسند فرمایا۔آپؐ کے ساتھ مرد بھی تھے، انہوں نے بھی سنا۔

ڈانس اور ناچ سے بچیں

بعض اوقات بیہودہ قسم کے میوزک اور گانوں پر ناچ ہوتے ہیں اور شامل ہونے والے عزیز و اقارب شامل ہوجاتے ہیں اور اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

شادی کارڈ پر اسراف

شادی کارڈوں پر بھی بے انتہا خرچ کیا جاتا ہے۔ دعوت نامہ تو سستا بھی چھپ جاتا ہے مگر مہنگے مہنگے دعوت نامے چھپوائے جاتے ہیں جن پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اگر یہ پیسہ کسی غریب کی شادی پر کسی کو ملیں تو وہ خوش اور شکرانے کے جذبات دے مغلوب ہوجاتا ہے۔

مہندی کی رسم

ایسی رسمیں سراسر سلسلہ کی روایات کے خلاف ہیں البتہ گھر میں نہیں اور چند سہیلیاں مل کر بے تکلف مجالس لگالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب مہندی کی رسم کو شادی جیسی اہمیت دی جائے تو استطاعت نہ رکھنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ امام کی بات مان کر رسومات سے بچیئے، معاشرہ کے پیچھے چل کر احمدی بھی ان لغو اور بے ہودہ رسومات پر عمل پیرا ہیں جنہیں بند ہونا چاہیے کیونکہ اس رسم میں باقاعدہ ڈیک استعمال ہوتا ہے، ساؤنڈ سسٹم بھی اور آواز باہر تک جاتی ہے۔ حالانکہ ایسی اونچی آوازیں نہ صرف بدتہذیبی کی علامت ہیں بلکہ احمدی روایات کے خلاف ہیں۔

باجہ اور آتش بازی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح پر باجہ بجانے اور آتش بازی چلانے کے متعلق فرمایا:

''ہمارے دین میں دین کی بنا یسر پر ہے عسر پر نہیں اور پھر انما الاعمال بنیت ضروری چیز ہے۔ باجوں کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اعلانِ نکاح جس میں فسق و فجور نہ ہو، جائز ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں ضروری شے ہے۔ کیونکہ اکثر نکاح کے متعلق مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے۔ پھر وراثت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اعلان کرنا ضروری ہے مگر اس میں کوئی ایسا امر نہ ہو جو فسق و فجور کا موجب ہو۔ رنڈی کا تماشا یا آتش بازی فسق و فجور اور اسراف ہے، یہ جائز نہیں۔ اگر اپنی شان و شوکت دکھانا مقصود ہے تو فضول ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ نکاح کا صرف اعلان ہو تو کچھ حرج نہیں۔

بھاجی اور مٹھائی تقسیم کرنا

اگر کوئی شخص نسبت اور رشتہ پکا کرنے کی نسبت سے بھاجی تقسیم کرتا ہے تو گناہ نہیں لیکن اگر مقصد شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں۔

شادی بیاہ میں بے پردگی

فوٹوگرافروں کو بلا کر تصویریں کھنچوانا اور پرواہ نہ کرنا کہ یہ معاملہ صرف قریبی حلقے تک ہی محدود ہے، مناسب نہیں۔ یہ شوق صرف خاندانی دائرے تک ہی محدود ہونا چاہیے۔ دیکھا گیا ہے کہ عورتیں خصوصاً نوجوان لڑکیاں بے دھڑک موجودہ فحش پہنے اپنی خوبصورتی کی نمائش کر رہی ہوتی ہیں اور بلا روک ٹوک مخلوط ماحول میں آمدورفت ہوتی ہے جو ہماری اقدار کے بالکل منافی رویہ ہے۔ بہرحال! اگر زندگی کے ہر معاملہ میں قرآن وسنت، احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم اپنی زندگیوں کا لازمی حصہ بنالیں اور خود اپنی نسلوں کو جماعت کے ساتھ جوڑ دیں تو بڑے بڑے مسئلے حل ہوجاتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم جو کہتے ہیں وہ کریں اور دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔ آمین

☆☆☆☆

سورة والتین

از: مدیحہ رسول صاحبہ

اکثر مفسرین کے نزدیک تین سے مراد وہی انجیر ہے جو لوگ کھاتے ہیں اور زیتون سے مراد وہی زیتون ہے جسے لوگ کھاتے ہیں اور اکثر ملکوں میں بطور سالن اور چکنائی کے استعمال ہوتا ہے اور بہت سی دواؤں میں بھی پڑتا ہے۔ طور سینین سے مراد وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا او بلد الامین سے مراد وہ مکہ ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

حضرت خلیفة المسیح الاوّل لکھتے ہیں کہ ''انجیر و زیتون کی قسم اس لئے کھائی کہ علاوہ غذا کے دوا کے طور پر بھی یہ استعمال ہوتی ہیں کبھی طبیب تین تجویز کرتا ہے تو کبھی زیتون۔ مطلب یہ کہ ایک زمانہ میں خدا تعالیٰ نے طور سنین کا نسخہ استعمال کیا اور اس زمانہ میں بلد الامین کا یعنی تین سے مراد بنی اسرائیل اور زیتون سے مراد امت محمدیہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور حضرت محمدؐ کی شریعت)۔ خلیفہ اوّل مزید فرماتے ہیں کہ خدا حکیم ہے اور وہ ہمیشہ مرض کے مطابق آسمان سے علاج نازل کیا کرتا ہے۔ جب تین کے نسخہ کی ضرورت تھی تو اس نے تین نازل کر دی (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت) اور جب زیتون کے نسخہ کی ضرورت تھی تو اس نے زیتون نازل کر دیا (یعنی شریعت محمدی)۔ اس تبدیلی پر خدا کی حکمت پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے بندوں کے فائدہ اور مخلوق کی نفع رسانی کے لئے کرتا ہے۔

زیتون کے بعد طورِ سینین کی قسم کھائی گئی ہے یعنی اسے بھی شہادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سینین ایک علاقہ ہے جو دشتِ دنیا کہلاتا ہے۔ قرآن کریم سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ طورِ سینین کے یہ معنی ہوئے کہ سنیا کا وہ پہاڑ جس پر موسیٰ علیہ السلام کا کوئی واقعہ پیش آیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو جب مصر سے نکالا گیا تو فرعون تو سمندر کی تہہ میں ڈوبا مگر موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے پہاڑ پر تجلی دکھائی۔ تجلی دونوں نے دیکھی ایک نے سمندر کی تہہ میں دوسرے نے طورِ سینین پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے فرعون کے مظالم نے نکالا مگر طور پر تجلی سے انہیں اپنی قوم کے غلبہ کا وعدہ مل گیا۔ اسی طرح محمدؐ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑا گویا کفار پر غلبہ کی نشانی ہے۔

بلدِ امین سے مکہ کی وہ حالت مراد ہے جو فتح مکہ کے بعد پیدا ہوئی جب ہر طرح کے مظالم کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور مسلمانوں کو اقتدار اور غلبہ حاصل ہو گیا۔ ورنہ فتح مکہ سے پہلے وہ بلدِ امین کہاں تھا۔ نہ اس میں روحانی لحاظ سے امن تھا نہ جسمانی لحاظ سے۔ جس شہر میں محمدؐ جیسے امن پسند انسان پر ظلم کیا جاتا تھا وہ بلدِ امین کس طرح کہلا سکتا تھا۔ پس بلدِ امین مکہ کی وہ حالت مراد ہے جو فتح مکہ کے بعد پیدا ہوئی۔ جب ہر قسم کے مظالم کا سلسلہ جاتا رہا اور مسلمانوں کو کفار پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ بلکہ ان الفاظ میں اس آخری ترقی کا ذکر ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے بعد حاصل ہونے والی تھی۔

تین بھی ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے جب آدم علیہ السلام شیطان پر کامیاب ہوئے۔ زیتون بھی ہجرت کے بعد کا واقع ہے جب نوح علیہ السلام طوفان سے بچے۔ طورِ سینین بھی ہجرت کے بعد کا واقع ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو آئندہ ترقیات کی خوشخبری ملی۔ اسی طرح بلدِ الامین بھی ہجرت کے بعد کا واقع ہے جس کی ابتدائی مکی زندگی میں پیش گوئی کر دی گئی تھی چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو اس کے بعد آپ نے ہمیشہ کے لئے مکہ کی حرمت کو قائم فرما دیا۔

اللہ فرماتا ہے ہم یہ چاروں واقعات تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں ان میں سے تین واقعات تو ہو چکے اور چوتھا ابھی ہونے والا ہے۔ اور یہ شہر جو آج محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے لئے آگ ہے ہجرت کے بعد بلد الامین ہونے والا اور دنیا کو اس بات کی چوتھی شہادت مہیا کرنے والا ہے۔ **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**

خلیفہ دوم فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے انسان کو اس حالت میں پیدا کیا ہے کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا روحانی اور جسمانی خالق بھی ہے۔ معلم بھی ہے، مربی بھی ہے، ۔۔ بھی ہے، یہ ساری یا تین ایسی ہیں جن سے دوسری مخلوق پر اسے بڑی فضیلت حاصل ہے جن سے قطعاً کوئی شرک لازم

نہیں آیا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم: یعنی ہماری یہ سنت ہے کہ ہم انسانی روح کے بیمار ہونے پر اس کو اچھا کرنے کے سامان مہیا کیا کرتے ہیں اور یہی فطرت انسانی کے پاک ہونے کے معنی ہیں کہ خدا نے اس کی ہدایت اور اصلاح کے سامان پیدا کئے ہیں اگر انسان ان سے فائدہ اٹھالے تو وہ پاکیزگی کا جامع پہن لیتا ہے اور اگر فائدہ نہ اٹھائے تو حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

ثم رددنٰہ اسفل سافلین: پھر ہم ان کو ادنیٰ ترین جگہ پر لے جاتے ہیں وہ ایک جرم کرتا ہے ہم اسے سزا دیتے ہیں وہ پھر جرم کرتا ہے ہم اسے پھر سزا دیتے ہیں اور اس طرح اسے ذلیل اور ادنیٰ حالت کی طرف لے جاتے ہیں۔یعنی جب وہ گناہ گار ہو کر ہماری نظروں سے گر جاتا ہے تو ہم اسے اپنے دربار سے واپس کر دیتے ہیں۔اسفل سافلین کا ذکر پہلے کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ لوگ اپنی پیدائش کے مقصد کو فراموش کرنے والے تھے اور خدا کی عطا کردہ قوتوں کا ناجائز استعمال کرتے تھے وہ مقام رفعت سے گر کر ذلت اور ادبار کے گڑھے میں جا پڑے۔ یہ انکا اپنا قصور ہوتا ہے خدا تعالیٰ اس کا ذمہ داری نہیں۔اس کے بعد **الاالذین امنو وعمو الصلحات فلھم اجر غیر ممنون** کہہ کر ایمان لانے والوں اور عمل صالح کی بجا آوری کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ احسن تقویم پر قائم رہتے ہیں اور اس راستہ پر چلتے جاتے ہیں جو فطرت صحیحہ کا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو دولت ایمانی سے مشرف کر دیتا ہے اور انہیں اس بات کی بھی توفیق عطا فرما دیتا ہے کہ وہ اعمال صالحہ بجالائیں۔

(کونسی چیز تجھے جزا و سزا کے معاملے میں جھٹلاتی ہے، تیری کون تکذیب کرسکتا) سے مراد یہ ہے کہ کونسی چیز تجھے ان دلائل کے بعد اس بات پر ابھارتی ہے کہ جزا و سزا کا انکار کر کے تو کاذب ہو جائے۔دوسرے معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ ان پہلی تین مثالوں (آدم،نوح اور موسیٰ) کی موجودگی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے دین یعنی الہامی دین کا یہ لوگ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ان دلائل کے بعد دین کے معاملہ میں کون شخص تیرا انکار کرسکتا ہے۔ان سے پہلے آدم آیا تو دشمنوں نے اس کے خلاف کتنی تدبیریں کیں۔نوح آیا تو اس کو ناکام بنانے کے لئے کیا کیا تدابیر نہ کیں۔موسیٰ علیہ السلام آیا تو اس کی شکست کے لئے فرعون اور اس کے بعد ساتھیوں نے کیسی کیسی کوششوں سے کام لیا۔پھر اگر پہلے انبیاء کے دشمن ناکام ہو گئے تو یہ کفار کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔

''کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے''اس نے فیصلہ کیا کہ آدم کامیاب ہو تو وہ کامیاب ہو گیا۔اس نے فیصلہ کیا کہ نوح کو اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو سو اس کو غلبہ حاصل ہو گیا۔اس نے فیصلہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ترقی حاصل ہو،سو اسے ترقی حاصل ہو گئی۔اب اس نے فیصلہ کیا کہ محمدؐ کو ترقی دے،سو اسے ترقی حاصل ہو جائے گی اور مکہ والوں کی ہوائی باتیں خدا کے فیصلہ کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گی۔اور دنیا دیکھ لے گی کہ آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

انتقال پُرملال

سرائے نورنگ:

احباب وخواتین جماعت کو یہ پڑھ کر دکھ ہوگا کہ ہمارے مخلص ساتھی صاحبزادہ مبشر صاحب کے بھائی صاحبزادہ داؤد کو چند شر پسند عناصر نے جنوری 2012ء میں شہید کر دیا۔

''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

مرحوم کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ہمیں اس حادثہ پر سوگواران اور دیگر خاندان کے ممبران سے دلی ہمدردی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔آمین

سیالکوٹ:

احباب وخواتین جماعت کو یہ پڑھ کر دکھ ہوگا کہ ہمارے مخلص بھائی شیخ سلیم صاحب کے بیٹے شیخ کلیم جنوری 2012ء میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

''بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

مرحوم کی ذات بے شمار خوبیوں کی حامل تھی۔ہمیں اس حادثہ پر سوگواران اور دیگر خاندان کے ممبران سے دلی ہمدردی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔آمین

درس قرآن ۔ ۹

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''میں ہوں اللہ سب سے زیادہ اور کامل علم رکھنے والا ۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہے ۔ (سورۃ البقرۃ ۲۔آیات ۱ تا ۲)

پچھلے درس میں میں نے سورۃ بقرۃ کی وجہ تسمیہ اور اس کے مضامین کا موجودہ زمانہ سے تعلق اور الم ذلک الکتب پر روشنی ڈالی تھی۔آج میں اس سے اگلے الفاظ لا ریب فیہ پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ ان الفاظ کے معنی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ۔ یہ الفاظ جملہ معترضہ یعنی Parenthetical clause کے طور پر ہیں یعنی ان کا تعلق کتاب سے بھی ہے اور اگلے الفاظ ''یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے'' سے بھی ہے۔

آیئے پہلے دیکھیں کہ کتاب کے بارہ میں شک نہیں کے کیا معنی ہیں ۔ اب کسی الہامی کتاب کا یہ فرض ہے کہ وہ خود بتائے کہ اس کا نازل کرنے والا کون ہے۔ کس پر نازل ہوئی ۔ کس طرح نازل ہوئی ۔ کس زبان میں نازل ہوئی ۔ کب نازل ہوئی وغیرہ وغیرہ ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی اور الہامی کتاب نے یہ باتیں خود نہیں بتائیں ۔ مثلاً انجیل خود نہیں بتاتی کہ اس کا نازل کرنے والا کون ہے۔ موجودہ چار مستند اناجیل میں سے کوئی بھی یہ بات نہیں بتاتی بلکہ ان کے لکھنے والے انسانوں کے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں اور وہ صاف طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح یعنی زندگی کے حالات ہیں ۔ موجودہ اناجیل یونانی یا رومن زبانوں سے ترجمہ ہوئیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا ان کی قوم کی زبان نہ تھیں ۔ اگر ان کی زبان میں اتریں تو عبرانی یا آرمیک Aramaic زبانوں میں سے کسی ایک میں ہوتیں ۔ نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ موجودہ چار انجلیں جو ایک دوسرے کے متضاد یا مخالف ہیں ان میں سے اصلی کون سی ہے۔ ان میں سے اصلی کوئی بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ ترجمہ ہونے کے علاوہ وہ موجودہ شکل میں الہامی کتاب نہیں بلکہ انسانوں کی لکھی ہوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے حالات یعنی سوانح ہیں جیسا کہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے برعکس قرآن پاک نے اپنے متعلق کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی جبکہ ان تمام سوالات کا جو میں نے کئے تھے خود اب دیا ہے ۔ مثلاً جو آیت میں نے آج کے درس کے شروع میں پڑھی اسی میں بتلا دیا کہ اس کتاب کا نازل کرنے والا اللہ ہے مگر ان باتوں کو دوسری جگہ بالکل واضح الفاظ میں خود بتایا جب فرمایا: یعنی'' بے شک یہ قرآن نازل ہوا ہے تمام جہانوں کے رب کی طرف سے، اس کو ایک امانت دار فرشتہ لے کر نازل ہوا، تیرے قلب پر تا کہ تو ڈرانے والا بنے، یہ نازل ہوا عربی زبان میں جو کھول کر بیان کر سکتی ہے'' (الشعراء ۲۶، آیات ۱۹۲ تا ۱۹۵)۔ ان آیات کی تشریح سے پہلے میں دو چار آیات اور پڑھ دوں یعنی: ''یہودی جو جبرائیل کو دشمن سمجھنے لگے تھے اس لئے کہ وہ دو ہزار سال تک بنی اسرائیل کے نبیوں پر اترنے کے بعد اب محمد صلعم پر اترتا تھا تو اس بات کے بارہ میں اس بات میں فرمایا کہ یہ یہودی جبرائیل کے کیوں دشمن ہو گئے ہیں جبکہ اس نے اگر اس قرآن کو تیرے قلب پر اتارا تو وہ اللہ کے حکم سے ہے۔ اس طرح سورۃ محمد میں فرمایا: ''یعنی مومن ایمان لائے اس کتاب پر جو محمد پر نازل ہوئی''۔ ایک اور جگہ فرمایا یعنی'' قرآن نازل ہوا رمضان کے مہینہ میں'' (البقرۃ ۲ آیت ۱۸۵)۔ ایک اور جگہ فرمایا یعنی ''ہم نے اس قرآن کو اتارا لیلۃ القدر کی رات میں'' (سورۃ القدر ۹۷۔ آیت ۱)۔ تو ان تمام آیات سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن اتارنے والا اللہ ہے جو رب العالمین ہے جس کی تشریح میں سورۃ فاتحہ کے درس

میں کر آیا ہوں کہ وہ تمام قوموں کا بلکہ تمام جہانوں کا رب ہے یعنی یہ قرآن تمام قوموں کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دینے کے لئے آیا ہے، نہ صرف اس جہان میں بلکہ مرنے کے بعد اگلے جہانوں میں۔ پھر جن آیات کو میں نے پڑھا ہے ان سے ظاہر ہوا کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ سے محمدؐ کی طرف لانے والا فرشتہ جبرائیل تھا۔ وہ نازل ہوا رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک پر۔ وہ زبان جس میں قرآن نازل ہوا عربی ہے جس کو اس لئے چنا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت اور معرفت کی باتوں کو کھول کر بیان کر سکتی ہے۔ قرآن نازل ہوا رمضان کے مہینہ میں لیلتہ القدر کی رات کو۔ الغرض کون سی تفصیل ہے جو قرآن کے نزول کے متعلق نہیں بتادی گئی۔ جہاں قلب مبارک پر نازل ہونے کا ذکر تھا وہاں فرمایا تا کہ تو ڈرانے والا بنے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ جس قلب پر وحی اور وہ بھی قرآن جیسی شان کی وحی نازل ہوئی وہ خود رعب اور خوف سے کانپ اٹھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے جہاں پہلی وحی آئی گھر تشریف لائے جو ۴۔۵ میل پیدل تھا تب بھی آپ کانپ رہے تھے یہاں تک کہ بخاری میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اور کندھے کا گوشت خوف سے پھڑک رہا تھا اور آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کو فرمایا ''مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو'' اور باوجود اڑھانے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کانپتے رہے۔ یہی حال جب دوسری دفعہ قرآن نازل ہوا تو ہوئی۔ بعد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عادی ہو گئے تھے تب بھی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سخت سردیوں میں بھی آپ کو پسینہ آجاتا تھا۔ تو جو قلب اللہ تعالیٰ کے جلال اور رعب سے کما حقہ، متاثر ہو وہی دوسروں کو بھی خوفِ خدا دلا سکتا ہے۔

ایک اور امر جس کے بارہ میں قرآن کریم کی نسبت کوئی ریب یا شک نہیں وہ یہ کہ آیا یہ وہی کتاب ہے (بسم اللہ اور الحمد اللہ سے لے کر والناس تک) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری یا اسکے بارہ میں کوئی شک ہے۔ اس سلسلہ میں میں پہلی بات تو یہ عرض کر دوں کہ قرآن وہ واحد الہامی کتاب ہے جس میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ اس کتاب کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرمائے گا۔ ''بے شک ہم نے یہ یاددہانی (یا نصیحت) اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے'' (الحجر۔۱۵۔۹)۔ کسی اور الہامی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ اور دوسری الہامی کتابوں کے ماننے والے خود اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی اصل عبارت ضائع ہوگئی (اور صرف ترجمے رہ گئے) یا ان میں تحریف ہوگئی بلکہ وہ تحریفیں آج بھی وہ خود وقتاً فوقتاً کرتے ہیں۔ بائیبل کو تو حال میں ریڈرز ڈائجسٹ Readers Digest جیسے مشہور عالم رسالہ کے ادارہ نے چالیس فیصد تک کاٹ دیا ہے۔ اس کے برعکس قرآن پاک کی نسبت اسلام پر اعتراض کرنے والوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی محفوظ نہیں رہی جیسی کہ یہ کتاب اور کیوں نہ ہوتا کیونکہ الٰہی وعدہ کے علاوہ:

۱۔ قرآن پاک وہ واحد الہامی کتاب ہے جو جیسے جیسے کہ وہ نازل ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے کاتبوں میں سے کسی کو بلوا کر اس کے مقام اور موقعہ پر لکھوا دیتے تھے۔ دوسری الہامی کتابیں فوراً نہیں لکھی گئیں بلکہ سینکڑوں سال کے بعد۔

۲۔ قرآن پاک وہ واحد الہامی کتاب ہے جو حفظ کی جا سکتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک اس کے ہزاروں لاکھوں حفاظ موجود ہیں۔

۳۔ قرآن پاک وہ واحد الہامی کتاب ہے جس کے نسخے اگرچہ دنیا کے طول وعرض میں دور دور تک پھیل گئے مگر تمام نسخوں میں بالکل کوئی فرق نہیں۔ اور یہ ماسوائے الٰہی حفاظت کے نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے قرآن پاک کے محفوظ ہونے کے بارہ میں کسی کو شک نہیں خواہ وہ دوست ہو یا دشمن۔

''ہدایت ہے متقیوں کے لئے''۔ تقویٰ کا لفظ قرآن پاک میں بار بار آتا ہے اس لئے اس کے معنی سمجھنے ضروری ہیں۔ لغت کی باریکیوں میں جائے بغیر عام فہم الفاظ میں عرض کر دوں کہ تقویٰ کے بنیادی معنی ہیں اپنے نفس کو ان چیزوں سے بچانا جو تکلیف یا ایذا دینے والی ہوں یا نقصان پہنچانے والی ہوں۔ اور چونکہ انسان کے نفس کو نقصان پہنچانے والی یا دکھوں میں ڈالنے والی چیزیں بدیاں یا گناہ ہوتے ہیں اس لئے شریعت کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی عام طور پر پرہیزگاری کے کئے جاتے ہیں اور کبھی اس کے معنی خوف کرنے کے بھی کئے جاتے ہیں کیونکہ سب میں

زیادہ جس سے خوف کرنا چاہیے وہ گناہ ہے تو نقصان یا دکھ یا برائیاں تو ایسی چیزیں ہیں کہ انسان کی عقل یا فطرت دونوں انہیں ناپسند کرتے ہیں۔ تو پھر کیوں انسان ان میں پڑ جاتا ہے؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ کسی انسان کو علم نہیں ہوتا کہ کس راہ میں نقصان یا برائی ہے یا بالآخر ان کا انجام دکھ اور آگ ہیں۔ اس لئے بھی انسان کو علم دینا ضروری ہے کہ کن چیزوں سے اسے بچنا چاہیے ۔ یہ **ھدی للمتقین** کے ایک معنی ہیں۔ مگر ہدایت کافی نہیں جب تک کہ اس پر عمل نہ کیا جائے مثلاً ڈاکٹر ہدایت دیتا ہے کہ یہ دوائی کھاؤ اور فلاں، فلاں چیز سے پرہیز کرو۔ اگر مریض اس ہدایت پر عمل نہ کرے تو اس ہدایت کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ باطنی امور خصوصاً انسان کی سمجھ سے باہر ہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ جس نے انسان کا باطن پیدا کیا ہے اسے علم نہ دے۔ قرآن مجید میں اسی لئے دوسری جگہ **ھدی و نور** فرمایا۔ نور وہ روشنی ہے جو باطنی امور کو روشن کردے۔ تو قرآن حکیم نہ صرف ہدایت دیتا ہے بلکہ وہ باطنی روشنی دیتا ہے جس کی مدد سے انسان سیدھے راستہ پر چل کر اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکتا ہے اور غلط راستوں یا راستہ میں گڑھے، سانپ، بچھوؤں، ٹھوکروں سے بچ سکتا ہے۔ اصل میں انسان کے تمام اعمال ملے جلے ہوتے ہیں۔ یعنی ہر ایک عمل کی طاقت جو اسے ملتی ہے اس سے وہ اچھا کام بھی کرسکتا ہے اور برا بھی۔ مثلاً انسان کی دوسری مخلوق پر برتری قوت گویائی یعنی بولنے کی صفت سے ہے۔ اب انسان چاہے تو سچ بولے، چاہے تو جھوٹ، چاہے تو گالی گلوچ دے، چاہے تو پیار و محبت سے بات کرے، چاہے تو غیبت یعنی پیٹھ پیچھے برائیاں کرے، چاہے تو لوگوں کو ان کی خوبیوں سے یاد کرے، چاہے تو فتنہ فساد ڈلوائے، چاہے تو صلح صفائی کرے۔ الغرض انسان کے تمام اعمال میں اچھی اور بری باتیں ملی جلی ہوتی ہیں۔ تو جو شخص متقی ہے یعنی بری باتوں سے بچنا چاہتا ہے اگر اسے اچھی اور بری باتوں کا ہر معاملہ میں فرق بتا دیا جائے تو اس کے اوپر یہ کس قدر احسان ہے۔ **ھدی للمتقین** کے یہی معنی ہیں کہ ہر بات کے اچھے اور برے پہلوؤں کو یہ کتاب واضح کرتی ہے۔

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جو شخص پہلے ہی متقی ہے اسے نیکی بدی بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ اول تو میں بتا آیا ہوں کہ انسان باوجود تقویٰ کی نیت کے غلطیوں اور بدیوں میں پڑ جاتا ہے جب کہ اسے صحیح یا پورا علم نہ ہو۔ باطن کے معاملات جو انسان کے اندر چھپے ہیں ان کو جاننے کے لئے خصوصاً اس نور یعنی باطنی روشنی کی ضرورت ہے جو انسان کے باطن کے بنانے والے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پھر ایسا اعتراض کرنے والے لفظ ہدایت کے معنی نہیں جانتے جو کہ یہ ہے کہ انسان کو لطف و مہربانی سے سیدھے راستہ پر لے کر چلنا یہاں تک کہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ متقی تو وہ ہے جو ارادہ کرتا ہے یا چاہتا ہے کہ برائیوں سے بچے یعنی غلط راستوں پر نہ پڑے۔ سیدھے راستہ پر ابھی اسے چلنا اور منزل مقصود کو پانا تو باقی ہے تو متقی انسان جو باطنی سفر کرتا ہے۔ اس میں کوئی مقام ایسا نہیں آتا کہ قرآن پاک اس کی مزید ہدایت نہیں کرسکتا۔ موٹی راہوں کے بعد تقویٰ کی باریک راہیں بھی قرآن پاک ہی سکھاتا ہے۔

میں نے عرض کی تھی کہ انسان کی ہر قوت عمل میں نیکی اور بدی دونوں کا امکان ہوتا ہے تو اگر انسان قرآن پاک کی روشنی اور ہدایت سے فائدہ اٹھا کر اپنے ہر عمل میں بدی کے پہلوؤں سے بچتا ہے تو باقی جو عمل رہ جاتے ہیں وہ اعمالِ صالحہ کہلاتے ہیں جن کی جزاء جنت ہے۔

تقریب (کراچی)

مورخہ 29 جنوری 2012ء بروز اتوار جامع کراچی میں انگریزی زبان میں ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ محترم میجر اقبال احمد صاحب نے ''وفات مسیح قرآن کی روشنی میں'' پر لیکچر دیا یہ لیکچر ہماری بہن محترمہ سلیمہ صاحبہ کے نوعمر بیٹے عادل کے سوال کے جواب دینے کے لئے ترتیب دیا گیا۔ لیکچر کے اختتام پر سوال و جواب کا سیشن بھی ہوا۔

کثیر تعداد میں خواتین و حضرات نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

لیکچر کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں چائے وغیرہ پیش کی گئی۔

خیر اندیش

میجر اقبال احمد (کراچی)

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بچوں کا صفحہ

وقت کی قدر کرو

کسی ملک میں ایک کسان رہتا تھا وہ صبح اپنی زمینوں میں جاتا اور شام کو واپس آجاتا۔ ایک مرتبہ وہ اپنی زمین پر کام کر رہا تھا کہ اسے ایک بہت بڑا ہیرا ملا۔ کسان بہت خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ اس کو بیچ کر رقم حاصل کروں گا اور پھر شہر جاؤں گا اور بچوں کو پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بناؤں گا۔ وہ کھیتوں سے ہوتا ہوا سیدھا جوہری کے پاس گیا۔ جوہری نے جب ہیرا دیکھا تو وہ حیران ہو گیا اور کسان سے پوچھا تمہیں یہ ہیرا کہاں سے ملا۔ کسان نے اسے تمام کہانی سنائی۔ جوہری نے تمام کہانی سننے کے بعد کہا کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ میں یہ ہیرا خرید سکوں۔ تم یہ ہیرا لے کر بادشاہ سلامت کے پاس جاؤ۔ کسان سیدھا بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا اور بادشاہ کو ساری حقیقت بتا کر ہیرا اس کے سامنے رکھ دیا۔ ہیرا دیکھ کر بادشاہ بھی حیران رہ گیا کیونکہ اس کے خزانے میں بھی اس جیسا قیمتی ہیرا نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ سوچتا رہا اور پھر بولا میرے خزانے میں ہیرے جواہرات، قیمتی موتی اور پیسے ہیں۔ میں تمہیں ایک گھنٹے کی مہلت دوں گا تم وہاں جا کر جو لینا چاہو لے لینا۔ کسان نے کہا ٹھیک ہے۔ بادشاہ نے اپنے ایک نوکر سے کہا کہ اسے خزانے والے کمرے میں لے جاؤ اور ایک گھنٹے کے بعد اسے وہاں سے باہر نکال دینا چنانچہ نوکر نے ایسا ہی کیا کسان نے جب خزانے کے کمرے میں جا کر اتنا بڑا ذخیرہ دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور وہاں پر ایک آرام دہ مخملی بستر بھی تھا۔ کسان نے سوچا کہ ایک گھنٹہ بہت ہوتا ہے پہلے تھوڑا آرام کر لوں پھر کچھ لوں گا چنانچہ وہ بستر پر لیٹ گیا اور سو گیا۔ ایک گھنٹہ جب پورا ہوا تو بادشاہ کا نوکر اسے جگانے کے لئے آیا اور کہا اٹھو اور اب باہر نکلو تمہارا ایک گھنٹہ پورا ہو گیا ہے۔ کسانے کہا نہیں نہیں ابھی میں باہر نہیں جاؤں گا ابھی تو میں نے کچھ نہیں لیا لیکن پھر بھی نوکر نے اسے باہر نکال دیا۔ وہ روتا ہوا بادشاہ کے پاس گیا تو بادشاہ نے اسے کہا کہ اے بیوقوف انسان میں نے تمہیں ایک گھنٹہ دیا اور تم نے سونے میں گزار دیا، وقت کی قدر نہیں کی، جاؤ اب دوبارہ اپنے کھیتوں میں کام کرو۔ یہی تمہارا نصیب ہے۔

ہماری جماعت کے پیارے ہونہار بچو!

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ آپ کے لیے یہ شروع کیا گیا ہے اور آپ کی شمولیت ہی اس کو کامیاب بنائے گی۔ اس کا حق تب یہ ادا ہو گا جب آپ خود تمام سوالات کے جوابات تلاش کر کے بروقت ہم تک پہنچائیں۔ آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ جن بچوں کے درست جوابات ۲۰ فروری ۲۰۱۲ء تک موصول ہوں گے، ان کا نام اگلے ماہ کے شمارے میں آئیں گے۔

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیج سکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆ اپنا نام اور اپنے شہر کا نام ☆ جواب کا نمبر اور آگے جواب

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 03134433515 پر بھیجیں

آپ کا message ملنے پر آپ کو تصدیقی sms موصول ہو جائے گا

رسول کریم صلعم کی پیدائش کس ماہ میں ہوئی؟

(۱): رمضان المبارک (۲): شبان (۳): ربیع الاوّل

اذان میں اللہ اکبر کتنی بار کہا جاتا ہے؟

(۱): دو بار (۲): چار بار (۳): چھ بار

سبحان اللہ کا کیا مطلب ہے؟

(۱): اللہ پاک ہے (۲): اللہ سب سے بڑا ہے (۳): اللہ رحم کرنے والا ہے

نماز میں ہماری سوچ کیا ہونی چاہیے؟

(۱): جنت کے خیالات (۲): ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں یا اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل وسینہ پاک ہو

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اے حب و جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں — اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اِک نظر — سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر

اِک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے — اِک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے — پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے

اے لوگو! عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں — کیا تم کو خوف مرگ و خیال فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے — کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے

وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے — خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو — نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا — اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی

دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

قرآں کا پاسدار و نگہدار اٹھ گیا!

از: اعظم علویؔ

دینِ مبین کا مونس و غمخوار اٹھ گیا!   قرآں کا پاسدار و نگہدار اٹھ گیا!

”شاہِ قلم“ تھا جس کو سزا وار اٹھ گیا   ہائے مسیحِ وقت کا وہ یار اٹھ گیا

ایماں کو اب زمیں پہ اتارا کرے گا کون؟

زلفِ نگارِ دیں کو سنوارا کرے گا کون؟

قائم تھیں جس کے ساتھ ارادت کی محفلیں   روشن ہوئی تھیں رشد و ہدایت کی مشعلیں

طے ہورہی تھیں دیں کی اشاعت کی منزلیں   حل کر گیا جو ملت بیضا کی مشکلیں

وہ اس جہاں میں واقف رمز و نکات تھا

سچ پوچھیے وہ دین کی اک کائنات تھا

آنکھوں میں ایک نور کی جنت لئے ہوئے   چہرے پہ دو جہان کی زینت لئے ہوئے

آواز میں مذاقِ حلاوت لئے ہوئے   موئے قلم میں شور قیامت لئے ہوئے

محفل سے اٹھ کے وہ تن تنہا چلا گیا

اے رب ذوالجلال! اسے کیوں بلا لیا

سمٹی ہوئی تھیں اس میں جہاں بھر کی وسعتیں   پھیلا رہا تھا باغِ محمدؐ کی نکہتیں

گو راہِ حق میں لاکھ اٹھائیں مشقتیں   منصور تھا وہ ساتھ رہیں اس کے نصرتیں

اس کی نظر وسیع بلا کا دماغ تھا

اس دور میں وہ دین کا چشم و چراغ تھا

وہ رہنمائے راہِ سعادت کہیں جسے   دانندۂ رموزِ شریعت کہیں جسے

وہ نورِ ماہتابِ ہدایت کہیں جسے   وہ نورِ آفتاب صداقت کہیں جسے

جس کی چمک دلوں کو منور بنا گئی

جلتے ہوئے چراغ کلیسا بجھا گئی

وہ مرد آہنی تھا کہ تھا تیغ بے نیام   جن کے رہے غلام یہ اوقات صبح و شام

جنت میں آرہا ہے وہ منصور شاد کام   ”سجدہ نہیں ملک اسے جھک کر کریں سلام“

وہ شارحِ نگارشِ ربِ قدیر ہے

سالار ہے، جہاں ہو، کہیں ہو، امیر ہے